الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

فروری 2025

شب برات

ہمارے دیار میں عموماً چودہ شعبان کو دن میں ہر خوش عقیدہ اہل سنت و جماعت کے یہاں حلوے بنائے جاتے ہیں، اسی طرح دنیا بھر میں جہاں جہاں اہل سنت و جماعت اپنی اپنی تہذیب کے اعتبار سے شیرینیاں بناتے ہیں، فاتحہ کرتے ہیں، کھاتے ہیں، اہلِ خانہ کو کھلاتے ہیں اور رشتہ داروں اور احباب کے درمیان نہایت محبت سے تقسیم کرتے ہیں، آنے والی رات میں حسبِ توفیق عبادت کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور روتے گڑگڑاتے ہیں اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، نیک اعمال کی توفیق طلب کرتے ہیں، مغفرت کے لیے آنسو بہاتے ہیں، آنے والے دن میں روزے کا اہتمام کرتے ہیں۔ جہاں تک ہماری عقل کام کر رہی ہے، ان تمام اعمال میں کوئی بھی ایسا عمل نہیں ہے، جسے کسی بھی طرح ناجائز کہا جائے۔ جو لوگ ان اعمال سے روکتے ہیں، یا انھیں بدعت کہتے ہیں انھیں غور کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے ناپختہ شعور کو میزان حقیقت پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرمائے تاکہ مخالفین بھی شیرینیوں کے ساتھ محبتیں بٹوریں اور محبتیں بانٹیں، نہ صرف اپنوں میں بلکہ ساری دنیا میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر روز و شب اپنی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب فرمائے۔ ہمیں معاف کرنے اور معافی مانگنے والا بنائے، اور ہماری حیات کچھ ایسی بنادے کہ: ”ہر روز روزِ عید ہو، ہر شب شب براءت“۔ آمین یارب العالمین۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

زیرِ سرپرستی

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ

عبد الحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 50 شمارہ 2 | فروری 2025ء | شعبان 1446ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر   20£ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at
ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	ہر روز روزِ عید ہو ہر شب شب براءت	مہتاب پیامی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیم قرآن	بعث بعد الموت قرآنی آیات کی روشنی میں	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علمائے دین	مفتی محمد نظام الدین رضوی	10
	نظریات		
فکر امروز	زوال امت	محمد تحسین رضا نوری	12
	اسلامیات		
شعائر	مشکل کشائی اور عقیدہ صحابہ	محمد ضیا نعمانی مصباحی	17
	شخصیات		
انوار حیات	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	محمد کامران رضا گجراتی	19
انوار حیات	حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ	مولانا آصف جمال مصباحی	24
	خطابات		
بیان حق	اللہ والوں کی شان (خطاب مولانا مبارک حسین مصباحی)	بہ قلم: مولانا رحمت اللہ مصباحی	26
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالی عنہ	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	29
	بزم خواتین		
چراغ خانہ	دورِ حاضر میں خواتین کے لیے علمِ تصوف	مفتی محمد منظر مصطفیٰ ناز صدیقی	32
	بزم دانش		
فکر و نظر	رمضان المبارک میں مسلمان کیا کریں	مفتی محمد ساجد رضا مصباحی/مولانا عابد چشتی	36
	ادبیات		
گوشۂ ادب	عربی زبان کی اہمیت	محمد طارق اطہر حسین	48
نقد و نظر	تذکرۂ بنات مصطفیٰ	تبصرہ نگار: عمران رضا عطاری مدنی	50
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	محمد ذکی/محمد ولی اللہ قادری/جاوید اختر بھارتی		51
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	محمد زمان لیرا کا انتقال/غزہ کی مائیں اپنے بچوں کے لیے انصاف کی منتظر/کیلیفورنیا کی آگ		53
خیر و خبر	جامعہ اشرفیہ میں عرس اشرفی میاں/عطائے حافظ ملت کو اجازت و خلافت/کنز الایمان کی اشاعتی خدمات		55
	منظومات		
خیابان حرم	کلامِ ارشد/منقبت حضور حافظ ملت	علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ/محمد غلام آسی مصباحی	58

اداریـــــــــہ

ہر روز روزِ عید ہو ہر شب شبِ براءت

مہتاب پیامی

عالمِ اسلام میں شبِ براءت تقدیسی اہمیت کی حامل ہے، یہ مغفرت کی رات ہے، تقسیم نعمت کی رات ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے غفران واحسان کی رات ہے، عبادت وریاضت کی رات ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور اللہ تعالیٰ سے قربت کی رات ہے۔ سچ اور حق تو یہ ہے کہ یہ ماہِ عظمت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ مہینوں میں سے ایک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہِ مبارک میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ اس مہینے کی چودھویں اور پندرہویں کی درمیانی شب کو شبِ براءت منائی جاتی ہے جس میں مسلمان کثیر تعداد میں قبرستانوں کا رخ کرتے ہیں، اور اس دنیا سے گزر جانے والے اپنے پیاروں کی مغفرت اور بخشش کے لیے خصوصی دعائیں کرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ ایک نیک عمل ہے۔ حدیث شریف میں ذکر ہے کہ اس رات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں دعائیں فرمائیں، یہ حدیث ابن ماجہ میں موجود ہے؛ لیکن غیر مقلدین، ضعیف کہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی حدیث رسول ہی ہوتی ہے اور فضائل کا ثبوت اس سے ہو سکتا ہے، اس کے حدیث ہونے کا سرے سے انکار کرنا یا اس سے ثابت شدہ فضیلت کا انکار کرنا قطعی نامناسب ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ضعیف حدیث متعدّد طرق سے ثابت ہو تو اس کا ضعف بھی ختم ہو جاتا ہے۔

ابن ماجہ کی روایت کے علاوہ اور بھی متعدّد احادیث سے شب براءت کی فضیلت ثابت ہے بلکہ مستند تفسیر کے مطابق اس کی فضیلت تو قرآن مجید کی آیات طیبات سے بھی صاف ظاہر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قول میں ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ. کہ اس میں ہر حکم والا معاملہ جدا کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: ”نصف شعبان کی شب میں سال کا معاملہ طے کیا جاتا ہے، زندہ لوگوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے، حاجیوں کا نام لکھا جاتا ہے، اور اس میں کسی کے عدد میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کمی کی جاتی ہے۔“ یہ روایت ابن جریر، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم کی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”یہ روایت نقل کرنے کے بعد اکثر علما کا اجماع ہے کہ یہ معاملہ شبِ قدر سے متعلق ہے، اور اس کا آغاز نصف شعبان کی رات سے ہوتا ہے۔“

بیہقی کی روایت میں ہے:

” عن أبي بكر الصديق عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ينزل الله تعالى إلى السماء الدنيا ليلة النصف من شعبان فيغفر كل مسيء إلا رجل مشرك أو في قلبه شحناء. رواه البيهقي . “

(شعب الإیمان للبیہقی ج:3، ص:380، حدیث نمبر:3827، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا کی طرف اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور ہر خطا کار کی خطا بخش دیتا ہے، سوائے مشرک کے، یا اس شخص کے جس کے دل میں کینہ و

عداوت ہو۔

ابن ابی شعبہ، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَخَرَجْتُ أَطْلُبُهُ، فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ رَافِعٌ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ. فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟ «قَالَتْ، قَدْ قُلْتُ: وَمَا بِي ذَلِكَ، وَلَكِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعَرِ غَنَمِ كَلْبٍ.

(سنن ابن ماجہ، ج:1، ص:444، حدیث نمبر:1389، مکتبہ شاملہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، فرماتی ہیں: میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا، تو میں تلاش کرتی ہوئی بقیع کی طرف پہنچی، دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اپنا سر مبارک بلند کیے ہوئے ہیں۔ حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے عائشہ! کیا تجھے خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر زیادتی کریں گے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں، بلکہ مجھے خیال ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور ہر گنہگار کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک کے، یا اس کے جس کے دل میں بغض و کینہ ہو۔ پھر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اللہ رب العزت نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی طرق سے یہ مضمون حدیثوں میں وارد ہوا ہے، بعض میں اور تفصیل بھی مذکور ہے، حضرات محدثین اور فقہا کا یہ فیصلہ ہے کہ ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے، لہٰذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابۂ کرام سے روایات مروی ہوں اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بالکل غلط ہے۔

دیگر معتمدین کے نزدیک شب براءت کی کیا اہمیت ہے آئیے ذرا ایک نگاہ اس پر بھی ڈال لیں:

امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں: (1) جمعہ کی رات۔ (2) عید الفطر کی رات (3) عید الاضحیٰ کی رات (4) ماہِ رجب کی پہلی رات (5) نصف شعبان کی رات۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سال کی چار راتیں ایسی ہیں جنھیں نظر انداز نہ کیا کریں، کیوں کہ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمتوں کا نزول فرماتا ہے:

* رجب کی پہلی رات، * شعبان کی پندرہویں رات * عید الفطر کی رات * عید الاضحیٰ کی رات۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود بھی شبِ براءت میں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔

(تفسیر روح البیان، پ25، الدخان، تحت الآیۃ:3، ج:2، ص:802)

ہمارے بیش تر بزرگانِ دین یہ رات عبادتِ الٰہی میں بسر کیا کرتے تھے حضرت خالد بن معدان، حضرت لقمان بن عامر اور دیگر بزرگانِ دین رحمہم اللہ المبین شبِ براءت میں عمدہ لباس زیب تن کرتے، خوشبو اور سُرمہ لگاتے اور رات کے وقت مسجد

میں (جمع ہوکر) عبادت کیا کرتے تھے۔(ماذافی شعبان،ص75)

تیسری صدی ہجری کے بزرگ ابوعبداللہ محمد بن اسحاق فاکہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب شبِ براءت آتی تو اہلِ مکّہ کا آج تک یہ طریقۂ کار چلا آرہا ہے کہ مسجدِ حرام شریف میں آجاتے اور نماز ادا کرتے، طواف کرتے اور ساری رات عبادت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے، ان میں بعض لوگ 100 رکعت (نفل نماز) اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے۔ زم زم شریف پیتے، اس سے غسل کرتے اور اسے اپنے مریضوں کے لیے محفوظ کرلیتے اور اس رات میں ان اعمال کے ذریعے خوب برکتیں سمیٹتے۔(اخبار مکہ، جز:3،ج2،84ملخصًا)

سوائے چند نامراد وہابی لوگوں کے دنیا بھر کے مسلمان بڑی دھوم دھام سے شبِ براءت مناتے ہیں۔ عام عرب اسے لیلۃ البراءت کہتے ہیں، انڈونیشیا اور ملیشیا میں بھی یہ رات انتہائی عقیدت و احترام سے منائی جاتی ہے۔ ترکی میں اسے براءتِ قندیلی کہ کر اس رات کا بھرپور ادب واحترام کیا جاتا ہے۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے بارے میں تو ہمیں اور آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ یہاں کس قدر جوش وخروش سے اس رات کی عبادات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

آج ہماری ذاتی، قومی، اور عالمی مشکلات کے پیش نظر، یہ بہت اہم ہے کہ ہم اپنی ذات اور اردگرد کی دنیا پر غور کریں۔ چاہے اس رات کو الگ سے کوئی اہمیت دی جائے یا نہ دی جائے، حقیقت یہ ہے کہ ہر دن، ہر مہینہ، اور ہر لمحہ اپنی جگہ بابرکت ہے۔ ہمیں ان برکتوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور ہر موقع کو مثبت اور خیر کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ روزہ رکھنا بہر حال ایک مثبت عمل ہے، یہ جسمانی، روحانی اور معاشرتی طور پر بھی فائدے مند ہے۔ دلوں سے نفرت، کینہ، اور بغض وحسد کے نکالنے کی کوشش کرنا بھی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، یہ عمل دل کو پرسکون کرنے اور معذرت خواہی میں مددگار ہوسکتا ہے۔ صدقہ وخیرات کی اہمیت سے انکار تو کوئی اندھا بھی نہیں کرسکتا۔ اس رات صدقہ وخیرات کا بھی اہتمام کیا جانا چاہیے، اس طرح ہم اسلامی معاشرے میں توازن قائم کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور اپنے اسلامی بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوسکتے ہیں۔

ہمارے دیار میں عموماً چودہ شعبان کو دن میں ہر خوش عقیدہ اہل سنت وجماعت کے یہاں حلوے بنائے جاتے ہیں، اسی طرح دنیا بھر میں جہاں جہاں اہل سنت وجماعت ہیں، اپنی اپنی تہذیب کے اعتبار سے شیرینیاں بناتے ہیں، فاتحہ کرتے ہیں، کھاتے ہیں، اہلِ خانہ کو کھلاتے ہیں اور رشتہ داروں اور احباب کے درمیان نہایت محبت سے تقسیم کرتے ہیں، آنے والی رات میں حسبِ توفیق عبادت کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور روتے گڑگڑاتے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، نیک اعمال کی توفیق طلب کرتے ہیں، مغفرت کے لیے آنسو بہاتے ہیں، آنے والے دن میں روزے کا اہتمام کرتے ہیں۔ جہاں تک ہماری عقل کام کررہی ہے، ان تمام اعمال میں کوئی بھی ایسا عمل نہیں ہے جسے کسی بھی طرح ناجائز کہا جائے۔ جو لوگ ان اعمال سے روکتے ہیں، یا انھیں بدعت کہتے ہیں انھیں غور کرنے کی اور اپنے ناپختہ شعور کو میزانِ حقیقت پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ تاکہ مخالفین بھی شیرینیوں کے ساتھ محبتیں بٹوریں اور محبتیں بانٹیں، نہ صرف اپنوں میں بلکہ ساری دنیا میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر روز وشب اپنی رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب فرمائے۔ ہمیں معاف کرنے اور معافی مانگنے والا بنائے، اور ہماری حیات کچھ ایسی بنادے کہ: ”ہر روز روزِ عید ہو، ہر شب شب براءت“۔ آمین یارب العالمین۔

▪▪▪

تفہیم قرآن

چھٹی قسط

بعث بعد الموت
قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

اللہ کے حکم پر ہزاروں مردے زندہ ہوگئے:

سابقہ امتوں میں ایک بڑی جماعت کو اللہ نے موت دے دی، پھر اسے زندہ کر دیا، اس واقعہ کی پوری تفصیل قرآن کریم میں کچھ اس طرح ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝۲۴۳

[سورۂ بقرہ: 243]

یعنی اے نبی! کیا آپ نے انھیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکلے، اللہ نے ان سے فرمایا: مرجاؤ، پھر انھیں زندہ کیا، بے شک اللہ بندوں پر فضل فرماتا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں کوئی وبا پھیل گئی، وہ لوگ جان بچانے کے لیے اپنی بستی سے نکل گئے اور ایک وادی میں فروکش ہوگئے، اللہ نے بطور سزا انھیں موت دے دی، پھر وہاں سے اس قوم کے پیغمبر کا گزر ہوا تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! تو انھیں زندہ کردے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نئی زندگی عطا فرمادی۔

یہ واقعہ اس بات پر دلیل ہے کہ جس رب نے دنیا میں ہزاروں افراد کو زندہ کیا وہ قیامت کے دن سارے بندوں کو دوباہ زندہ کرے گا اور ان سے محاسبہ فرمائے گا۔

حضرت عزیر سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوگئے:

خلاق اکبر نے حضرت عزیر کو ان کی وفات کے سو سال بعد دوبارہ زندہ کیا اور منکرین بعث کے لیے زبردست حجت قائم فرمائی۔

واقعہ یہ ہے کہ بخت نصر نے بیت المقدس کے سارے یہود کو قتل کر دیا اور پورے شہر بیت المقدس کو تاراج کر دیا، ایک طویل عرصے کے بعد حضرت عزیر کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے از راہ تعجب فرمایا:

اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۝

اللہ اس ویران بستی کو کیسے آباد کرے گا؟

اللہ نے انھیں سو سال کے لیے موت دے دی، اور اللہ کی قدرت دیکھیے کہ جسے برباد ہونا تھا وہ سلامت رہ گیا اور جسے سلامت رہنا تھا وہ تباہ ہو گیا، یعنی سو سال تک ان کا توشہ سلامت رہا، ان کے کھانے، پانی میں بو تک نہیں آئی، لیکن ان کا دراز گوش مر گیا، اس کا جسم گل گیا، اعضا بکھر گئے، ہڈیاں سفید ہو کر چمکنے لگیں، اس دوران پورا شہر دوبارہ آباد ہو گیا، سو سال کے بعد اللہ نے آپ کو دوبارہ زندہ کیا، سب سے پہلے آپ کی آنکھیں روشن ہوئیں؛ تاکہ آپ اپنی نگاہوں سے دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیوں کر زندہ فرماتا ہے، پھر اللہ نے آپ کے پورے وجود میں زندگی بحال کر دی، زندہ ہوتے ہی اللہ نے پوچھا:

كَمْ لَبِثْتَ ۝ عزیر! تم کتنے دن ٹھہرے؟

آپ نے فرمایا: لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۝

ایک دن یا اس سے بھی کم۔

اللہ نے فرمایا: بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ۝

نہیں، تم سو سال تک بے جان پڑے رہے، پھر زندہ ہوئے۔

پھر آگے پوری داستان بتائی، اور فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْۚ وَ انْظُرْ

اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ○

اپنا کھانا، پانی دیکھو، ان کی بو بھی نہیں بدلی، ہم جس کو چاہیں سیکڑوں سال محفوظ رکھتے ہیں، پھر فرمایا: ذرا اپنا دراز گوش دیکھو، اس کی ہڈیاں کیسے بکھر گئیں، مزید فرمایا: ہم تمھیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں گے، بعد ازاں حضرت عزیر کی نگاہوں کے سامنے انھیں کے مردہ گدھے کو زندہ کیا اور فرمایا کہ اب ذرا اپنے دراز گوش کو دیکھو ہم اسے کیسے اٹھاتے ہیں، اس کو کیسے گوشت پہناتے ہیں اور اس گوشت پر کھال اور کھال میں بال کیسے پیدا کرتے ہیں، حضرت عزیر نے سارے مناظر قدرت بچشم حقیقت دیکھ کر فرمایا:

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ [سورۂ بقرہ: 259]

مجھے یقین بالائے یقین ہو گیا کہ اللہ قادر مطلق ہے اور وہی ہر شی پر قادر ہے۔

جس رب نے اپنے ایک بندے اور اس کے دراز گوش کو سو سال بعد دوبارہ زندہ کیا وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کو دوبارہ ان کی قبروں سے اٹھائے، ان سے محاسبہ فرمائے، اور ان کے عمل کے حساب سے جزا و سزا دے۔

بحکم الٰہی حضرت عیسی علیہ السلام نے مردے زندہ کیے:

حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کی نشانی ہیں، اللہ رب العزت نے آپ پر انجیل نازل فرمائی، آپ کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ کو کئی معجزات عطا فرمائے، قران کریم نے آپ کو عطا کیے گئے معجزات کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا:

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ [سورۂ آل عمران: 49]

یعنی اللہ نے آپ (حضرت عیسی) کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا، آپ نے اپنی قوم سے فرمایا: میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی مورت بناتا ہوں، اس میں روح پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے، میں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفا دیتا ہوں، اللہ کے اذن سے مردے زندہ کرتا ہوں اور بتا دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا چھپا کر رکھتے ہو۔ بے شک اس میں تمھارے لیے نشانی ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام پرندوں کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتے تھے، تو وہ مٹی کے پرندے اصلی پرندے بن کر اڑ جایا کرتے تھے، یوں ہی آپ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے، اور ان کو نئی زندگی عطا کرتے تھے۔ اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ آپ نے چار مردے زندہ کیے، جن میں ایک حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند سام بھی ہیں، جن کی وفات کو ہزاروں سال گزر چکے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں زندہ کیا تو گھبرا کر اٹھے اور یہ سمجھا کہ قیامت آچکی ہے، خوف قیامت سے آپ کے سر کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے۔

قابل غور بات ہے کہ جب ایک پیغمبر اللہ کے حکم سے مٹی سے بنی مورت میں پھونک مار کر اسے حقیقی پرندہ بنا سکتا ہے اور ہزاروں سال پرانی قبر سے مردے کو زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے تو اس پیغمبر کو ایسے معجزات عطا فرمانے والا رب مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا؟

بلاشبہ وہ قادر مطلق ہے، قیامت کے دن سب کو قبروں سے اٹھائے گا اور منکرین بعث سے فرمائے گا کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، اور یہی وہ دن ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے، تو آج اپنے کفر و انکار کا مزہ چکھو اور جہنم کی آگ میں جلتے رہو۔

اس دن کے آنے سے پہلے ہمیں ہوش کے ناخن لینا چاہیے، بعث پر ایمان مستحکم کرنا چاہیے اور اس دن کی بھرپور تیاری کرنا چاہیے، اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

(باقی ص:16 پر)

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

كیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین
سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی محمد نظام الدین رضوی

عدت کی حکمت کیا ہے؟

مسئلہ جب شوہر کے انتقال ہونے پر بیوی کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور اب بیوی شوہر کا دیدار نہیں کر سکتی۔ پھر بیوی عدت میں کیوں بیٹھتی ہے؟

الجواب شوہر کا انتقال ہونے پر بیوی کا رشتہ شوہر کے ساتھ پورے طور پر ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ بیوی جب تک عدت میں ہے تب تک یک گونہ یعنی تھوڑا سا رشتہ شوہر کے ساتھ باقی رہتا ہے اسی وجہ سے اس کو عدت میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ قرآن عظیم کا حکم ہے:

وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا
یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ

(سورۃ البقرۃ، آیت: 234)

یعنی تمہارے شوہر وفات کر جائیں تو تم کو چاہیے کہ چار مہینہ دس دن سوگ کرو۔

یہ عدت حقیقت میں سوگ اور غم کے لیے ہے کہ شوہر جس کا بیوی کے اوپر بہت بڑا احسان ہے، وہ محسن اب اس کے پاس سے جا چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد اگر وہ عورت دوسری شادی نہیں کرتی تو وہ جنتی ہونے کی صورت میں اپنے اسی شوہر کے ساتھ جنت میں رہے گی، اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات بھی عدت میں ایک طرح کا رشتہ باقی رہتا ہے۔

اور سوال میں جو یہ کہا گیا کہ انتقال کے بعد عورت شوہر کا دیدار نہیں کر سکتی، یہ غلط ہے بلکہ عورت اپنے شوہر کا دیدار کر سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر مفقود الخبر ہو تو بیوی کیا کرے؟

مسئلہ ایک عورت کا شوہر پانچ سال سے لاپتا ہے، اس کا کہیں بھی سراغ نہیں مل پا رہا ہے اب ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟

الجواب اس مسئلے میں تفصیل در کار ہے۔ اجمالاً اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ عورت متعسّر النفقہ ہے، کہ شوہر کی طرف سے اس کی خوراک و پوشاک کا کوئی انتظام نہیں ہوتا، اس نے اسے بے سہارا چھوڑ دیا ہے اور وظیفۂ زوجیت سے محرومی تو ظاہر و باہر ہے، تو یہ بات تحقیق سے ثابت ہو جانے کے بعد قاضی اس کا نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ متعسر النفقہ نہیں ہے تو قاضی عورت کو چار سال کی مدت تک شوہر کے انتظار کا موقع دے گا۔ اگر چار سال میں شوہر آ گیا تو اس کے ساتھ رہے اور اگر چار سال میں شوہر نہیں آیا تو عورت دوبارہ قاضی شریعت کے پاس استغاثہ کرے، اب قاضی تحقیق حال کر کے بعد تصدیق نکاح کو ختم کر دے گا۔ پھر بعد عدت اس عورت کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق کا ایک مسئلہ

مسئلہ "طلاق السکران واقع" کتب فقہ میں مصرح ہے لیکن یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اگر نشے والا کہے کہ مجھے طلاق

دینا قطعاً معلوم نہیں۔ اور عورت تین طلاق کی دعویدار ہے اور دو گواہ بھی ہیں لیکن قابل قبول شرع نہیں تو اس صورت میں طلاق کا حکم ہوگا یا نہیں؟ شوہر سے حلف لیا جائے گا یا نہیں؟ جس طرح ہوش و حواس والے شخص سے انکار کی صورت میں حلف لیا جاتا ہے اگر حلف لیا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور الفاظ کیا ہوں گے؟

اکابرین کے فتاوے میں نشے والے کے انکار کی صورت میں کوئی فتویٰ مطالعے میں نظر سے نہ گزرا۔

الجواب آپ نے جو مسئلہ دریافت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بیوی اور گواہوں کے بیان پر شوہر کا دل جسے تسلیم کرلے کہ اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔

اور نشے والے کا یہ کہنا کہ "اسے طلاق دینا معلوم نہیں" انکار طلاق نہیں ہے اس لیے اس سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اس کی تفصیل مختصر یہ ہے کہ فقہا فرماتے ہیں: "طلاق السکران واقع" اور یہ بات ارباب علم وفہم پر عیاں ہے کہ سکران کو اپنی بات کا ہوش نہیں رہتا، نہ بولتے وقت، نہ اس کے بعد۔ وہ دراصل بے عقل و مدہوش ہوتا ہے۔ تو وقوع طلاق کے بارے میں اسے لامحالہ اصحاب عقل و ہوش کے بیان پر اعتماد کرنا ہوگا، لہٰذا بیوی اور دوسرے لوگ جو طلاق کے بارے میں بیان دے رہے ہیں اگر ان پر شوہر کو ظن غالب کی حد تک اعتماد ہو کہ وہ اس کے بدخواہ نہیں ہیں اور سچ بول رہے ہیں تو ان کے بیان پر اعتماد کرکے اس کے مطابق عمل کرے۔

شوہر جب طلاق دے کر بھول جائے تو اسے اپنی تحری اور ظن غالب پر عمل کا حکم ہے۔ (دیکھیے رد المحتار، ج:۲، باب طلاق غیر المدخول بہا سے کچھ پہلے) تو یہاں بھی اسے اپنے ظن غالب پر عمل کرنا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ بھول والے مسئلے میں ظن غالب اپنی تحری سے حاصل ہوتا ہے اور اس مسئلے میں معتمد افراد اور بیوی کے بیان سے۔ مفتی شریعت شوہر سے اپنے سامنے صحیح طور پر وضو کرا کر مسجد میں اس کے ہاتھوں میں قرآن پاک دے کر جھوٹ بولنے کے دردناک عذاب سے ڈرائیں، سچ بولنے کی ترغیب دیں اور اس سے دریافت کریں کہ بیوی اور گواہوں کے بیان پر اس کا دل مطمئن ہے یا نہیں؟ عموماً ایسے مقدس مقام اور خدا ترسی کے ماحول میں شوہر سچائی کا اعتراف کرلیتا ہے اور بیوی کے بیان کو درست تسلیم کرلیتا ہے۔ اس تقدیر پر مسئلے کا حکم ظاہر ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔

لیکن اگر کبھی شوہر یہ کہہ دے کہ اسے بیوی وغیرہا کے بیان پر اطمینان نہیں ہے، ہوسکتا ہے وہ سچ بولتے ہوں، اور ہو سکتا ہے جھوٹے ہوں تو اس سے اس کی وجہ دریافت کی جائے گی، پھر وجہ پر غور ہوگا کہ وہ معقول ہے یا نہیں، مثلاً بیوی پہلے ہی سے اس سے بیزار ہو، اس سے طلاق چاہتی ہو تو شک کی وجہ معقول ہوگی۔ اور بہر حال جب بیوی تین طلاق کا دعویٰ کرچکی تو اب شوہر سے کہیں گے کہ ایک طلاق بائن دے کر اسے آزاد کرے۔ بس یہی ایک حل کی راہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) نشے والے کا یہ کہنا: "مجھے طلاق دینا قطعًا معلوم نہیں" انکار طلاق نہیں، بلکہ "علم طلاق" کی نفی ہے، بلفظ دیگر عدم علم کا اعتراف ہے، اسے "انکار" نہیں کہتے۔ جو شخص اس بات کا اہل ہو کہ اسے طلاق دینا، نہ دینا یاد رہ سکے اور کہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تو اسے "انکار" کہیں گے اور جس کے اندر یاد ہونے کی اہلیت ہی نہیں ہے وہ اگر طلاق نہ دینے کی بات کہے تو بھی یہ انکار نہ ہونا چاہیے کہ وہ جو کچھ جانتا ہے اس کا اظہار کر رہا ہے اور اگر وہ یہ کہے کہ اسے طلاق دینا معلوم نہیں تو یہ بدرجہ اولیٰ انکار طلاق نہیں کہ جو ہوش میں نہیں اسے کیا معلوم کہ اس نے طلاق دی یا نہیں، یہاں اس کا ظاہر حال اس کے قول کا شاہد ہے اس لیے نشے والے کا وہ جملہ نہ انکار طلاق ہے، نہ اس پر کوئی قسم- ھذا کلہ ما ظھر علی العبد الضعیف والعلم بالحق عند اللہ. وھو تعالی اعلم ▫▫▫

فکر امروز

زوالِ اُمّت

جہات، اسباب اور تدارک

محمد تحسین رضا نوری

وہ قوم جس کا خروج ایک ایسے غیر معروف و مفقود مقام سے ہوا جہاں کے حالات نہایت ہی ناگفتہ بہ تھے، جہاں انسانی شکل میں حیوان بستے تھے، شراب و شباب، ظلم و تعدی، قتل و غارت گری، افعال قبیحہ و شنیعہ پر تفاخر و تعصب اور زندہ بچیوں اور بیٹیوں کو زیرِ زمیں دفنا دینا وہاں کے باشندگان کا معمول تھا، جہاں شرک و کفر و لادینیت کے کالے بادل ہر چہار جانب اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ ایسے مست قبیح مقام سے ایک ایسی قوم کا وجود میں آنا کہ جس نے حیوانیت و درندگی کا گلا گھونٹ کر انسانیت کو جنم دیا، کفر و الحاد و زندقہ کے گھنگھور گھٹاؤں کو چھانٹ کر قنادیلِ ایمان و اسلام کو روشن و منور کیا، لاتعداد گم گشتہ راہ افراد کو راہِ راست پر لا کھڑا کیا۔

یہ قوم اس قدر آگے بڑھی کہ بڑھتی چلی گئی، اس کی کوکھ سے ایسے ایسے جانباز و سپہ سالار پیدا ہوئے جنھوں نے قیصر و کسریٰ، ایران و روم کی سلطنت کو الٹ کر رکھ دیا، جن کے جذبۂ جہاد اور قوت ایمانی کے آگے سلاطین زمانہ نے گھٹنے ٹیک دیے، سیکڑوں فتوحات جن کا مقدر بنیں، موسم سرما کی شدت ہو یا موسمِ گرما کی تپش، یا برسات میں اٹھنے والا آسمانی طوفان ہی کیوں نہ ہو، کوئی بھی مشکل ان کے پیروں کی زنجیر نہ بن سکی۔ سمندری سطح ہو یا صحرائی علاقہ جہاں بھی یہ پہنچے وہاں کی فضا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی۔

ڈاکٹر اقبال نے کچھ اس انداز سے اس کی منظر کشی کی:

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اس قوم کا ہر ہر فرد مشکلات کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا اور ڈٹ کر اُن کا مقابلہ کرتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس قدر ایمان و یقین کا مضبوط رشتہ قائم تھا کہ میدان بدر ہو یا حنین، جنگ خندق کی ناقابل ضبط صعوبتیں ہوں یا مثلِ شمشیر میدان کارزار کی سنگ لاخ وادیاں، غرض کہ کیسی بھی سخت ترین صورتِ حال ہوتی لیکن ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ آتی۔ کئی کئی روز کے بھوکے پیاسے حصولِ ہدف کی غرض سے اسی جوش و جذبہ کے ساتھ آگے بڑھتے رہتے اور دشمنانِ اسلام کے فاسد اغراض و مقاصد کو مٹی میں ملا کر باطل کے سینے پر چڑھ کر عَلَمِ حق نصب کر دیتے۔ اسی لیے آج بھی خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے نام سے ہی ایوان کفر میں زلزلہ طاری ہو جاتا ہے۔

پھر اچانک اس شان و شوکت، جاہ و جلال، رعب و دبدبہ اور عزت و عظمت پر کسی کی ایسی نظر لگی کہ ہماری قوم بجائے راہِ ترقی کے راہِ تنزلی کی جانب چل پڑی، دھیرے دھیرے اپنا سارا وقار کھوتی چلی گئی، خونِ مجاہدین کے عوض حاصل شدہ اعزاز غیروں کے قبضے میں چلا گیا، اور ہم در بدر کی ٹھوکریں کھانے لگے، ہر چہار جانب سے ہم پر حملے ہونے لگے، آئے دن ہمارے مذہب و مسلک کو نشانہ بنایا جانے لگا، ہماری میراث، ہمارے

شیرپور کلاں پورن پور پیلی بھیت

آباؤ اجداد کی بے لوث کاوشوں سے حاصل ہوئے مقامات ایک ایک کر کے ہم سے چھنتے چلے گئے۔ ہماری مذہبی آزادیوں پر پابندیاں عائد ہونے لگیں، ہمارے مدارس و مساجد اور مقبرے زمیں بوس کیے جانے لگے، ظلم و جبر کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ بعض دیگر قومیں ظاہراً ہماری خیر خواہ نظر آتی ہیں اور چھپ کر ہمارے خلاف سازشوں کے جال بنتی ہیں، اُن کے بچھائے دام تزویر میں آج مسلمان پوری طرح پھنس چکے ہیں، اسی لیے آئے دن ہماری جان و مال، عزت و آبرو کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

آخر یہ ذلت و رسوائی کیوں؟

مسلم معاشرے کی موجودہ صورتِ حال کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ فی زمانہ کس طرح ہمیں ٹارگیٹ کیا جاتا ہے، وہ قوم جس کے سامنے دشمن لب کشائی سے گھبراتا تھا آج سینہ چوڑا کیے ہمارے ہی آگے دندناتا پھرتا ہے، ہماری بچیوں کو بے حجاب کرنے، مسجدوں، اداروں اور مقبروں پر بلڈوزر چلانے، جبراً مسلمانوں سے کلمۂ کفر کہلوانے جیسے جرائم عروج پر ہیں، ہمارے ہی ملک میں ہم ہی سے یہاں کے رہائشی ہونے کا ثبوت مانگا جاتا ہے، اسٹیشن، ائرپورٹ، اور سرکاری بس اڈے غرض کہ ہر گلی نکڑ پر داڑھی ٹوپی والے افراد کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اسکول و کالجز سے ہمارے نصاب کو نکال کر اپنا نصاب داخل کیا جارہا ہے جو کہ مبتدی طلبہ کے ایمان و عقیدے کے لیے زہر قاتل ہے۔ آخر اس ذلت و رسوائی کی وجہ کیا ہے؟ کیوں ہم اچانک اس قدر بے قدر و قیمت ہو گئے کہ ہمارا خون بہانے سے کوئی بھی نہیں کتراتا؟

کیا کبھی ہم نے اپنے حال پر غور کیا کہ آخر آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا ہم نے کبھی اپنے اندر جھانک کر دیکھا کہ اپنے اسلاف کے اقدار و روایات کی ہم نے کس طرح پامالی کی؟ کس طرح شریعت و طریقت، فرائض و واجبات کو پس پشت ڈال کر دنیوی جاہ و حشم، مال و دولت، چمک دمک کے گرویدہ ہوئے کہ ہم اپنے دین ہی کو بھول گئے۔ ہم اپنی وجہ تخلیق کو ہی بھلا بیٹھے، کیا ہمارے اعمال و کردار، رفتار و گفتار، طور و طریقہ سے لگتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں؟ جس طرح کی بے راہ روی اور جانوروں کی سی زندگی ہم جی رہے ہیں کیا یہی اسلامی تعلیمات ہیں؟ آج ہم اس قدر دنیاوی عیش و عشرت، اور جدت پسندی کے شکار ہیں کہ ہمارے سینوں سے دین کب نکل گیا ہمیں پتہ بھی نہیں چلا، ہمارے اندر مغربی تہذیب و ثقافت نے اس طرح جگہ بنائی کہ فحاشی و عریانیت ہمیں فیشن لگنے لگی، ہمارے گھر کی خواتین تنِ تنہا آدھے کپڑے پہن کر بازاروں میں مرکزِ نگاہِ ہوس بنی ہوئی ہیں، اور دیوث قسم کے باپ اپنی بیٹیوں کی ان گندی حرکتوں پر بجائے غصہ کرنے کے باچھیں پھاڑ کر اُن کو آزادانہ زندگی جینے کے نام پر مکمل چھوٹ دیے ہوئے ہیں، ہم نے یہود و نصاریٰ کے طور و طریقہ کو اس قدر اپنایا کہ ہم اعمال قبیحہ اور بے ہودگی میں اُن سے بھی آگے نکل گئے۔

ایک دور تھا کہ مسلمان عفت و پاک دامنی، امانت داری، صدق گوئی اور متوکلین علی اللہ کی مثال ہوا کرتے تھے، تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں ہزاروں ایسے واقعات نظر سے گزریں گے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کے ساتھ دھوکہ دہی، ظلم و جبر نہیں کیا، ہماری مسجدیں نمازیوں سے پر تھیں۔ اس اُمت پر ایسا بھی وقت آیا کہ لوگوں نے بخوشی موت کو گلے لگا لیا لیکن باطل سے سمجھوتا نہیں کیا۔ ہماری امانت داری کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ کفار و مشرکین اپنے ہم مذہب لوگوں کو چھوڑ کر اپنا مال و متاع ہمارے پاس بطور امانت رکھ جاتے تھے۔ کتنی ہی مرتبہ ہمارے اسلاف دنیاوی مال و دولت کو ٹھوکر مار کر اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کی خاطر نقل مکانی کرنے پر بھی رضامند ہوئے۔

یہ سرخ روئی ہمیں تب تک حاصل تھی جب تک ہمارے ایمان مضبوط تھے، آج ہمارا ایمان، اور اللہ پر توکل کمزور ہو گیا، ہماری خستہ حالی کی سب سے بڑی وجہ ایمان کی کمزوری ہی ہے، کیوں کہ جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو بندہ دنیا کی کسی بھی

طاقت سے نہیں ڈرتا۔ یاد کرو! وہ لوگ جن کے پاس کثرت سے مال و متاع، جنگی آلات اور مکمل غذا بھی میسر نہیں تھی، ایسی قوم فاتحِ ایران و روم و قیصر و کسریٰ کہلائی۔ لشکر جرار کے سامنے چٹان کی طرح کھڑی ہوئی کہ دشمن پیٹھ دکھا کر بھاگتا نظر آیا۔ اس والہانہ جرأت و طاقت کا راز یقیناً قوتِ ایمانی اور ذاتِ باری تعالیٰ پر توکل ہی ہے، یہ ایمان کی طاقت ہی ہے کہ مائیں اپنے جوان بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے جنگ پر بھیجتی تھیں، نئی دلہن اپنے ایک دن کے شوہر کی لاش دیکھ کر بھی آنسو نہیں بہاتی، ایک بہن اپنے بھائی کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بھی نہیں روتی۔

آج انھی چیزوں کے فقدان کے سبب ہم ذلت و خواری کا شکار ہیں، ہم دس دس گھنٹے سوشل میڈیا پر تفریح کرنے، محلہ کے چوک اور سڑکوں پر بیٹھ کر وقت برباد کرنے کے لیے رضا مند ہیں لیکن مسجد جانے کے لیے ہرگز راضی نہیں، دوسروں کا مال ہڑپنا، جھوٹ بولنا، دھوکے بازی، عیاری و مکاری ہمارے خون کا حصہ بن چکی ہے۔ جس کے نتیجے میں آج ہمیں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

مشکلات کا سد باب:

عقل مند انسان وہی ہے جو ہونے والے نقصانات پر آہ و بکا کرنے اور افسوس و ندامت کے ساتھ ساتھ اُن کا حل بھی تلاش کرے، کیوں کہ مرض کا علاج جلد از جلد تلاش کرنا نہایت ضروری ہے، تاخیر کرنے کی صورت میں نتیجہ یہی ہوگا کہ:

تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود

جب تک تریاق عراق سے لایا جائے گا، سانپ کا مارا ہوا مر جائے گا۔

معلوم ہوا کہ تلاشِ حل میں تاخیر ہونے کی صورت میں مزید مشکلات درپیش ہونے کا امکان ہے کیوں کہ جس حساب سے دشمنانِ اسلام دن بدن ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور انھیں مکمل طور پر حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے، لگتا ہے کہ اگر جلد از جلد ان سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں نکالا گیا تو ہماری خانقاہیں، مساجد و مدارس اور مذہبی آزادیاں ایک ایک کر کے چھین لی جائیں گی۔ لہٰذا ہم پر لازم و ضروری ہے کہ خواب خرگوش سے باہر نکلیں اور حفظانِ مذہب و ملت میں کلیدی کردار ادا کریں۔

پہلے خود کی اصلاح ضروری ہے تب کہیں جا کر ہمارے حالات میں سدھار آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِم" بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر ہم قوم کی نہیں تو کم از کم اپنے اور اہل خانہ کی حفاظت کی ذمہ داری تو اٹھا ہی سکتے ہیں۔ میری ناقص عقل کے مطابق چند صورتیں جن سے ضرور معاشرے میں تبدیلیاں آ سکتی ہیں درج ذیل ہیں:

قوتِ ایمانی: ہم پر ضروری ہے کہ اپنے ایمان و عقیدے کی اصلاح کریں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ اس قوم کی تنزلی میں سب سے اہم وجہ ایمان کی کمزوری ہے، اور یہ فقط میرا نظریہ نہیں بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

"وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ"

(سورہ آل عمران: 139)

تمھی سربلند رہوگے اگر تم ایمان والے ہو۔

معلوم ہوا کہ ہماری تنزلی کی سب سے بڑی وجہ ہمارا ایمان سے رسمی تعلق ہے، کیوں کہ ایمان ایک ایسی طاقت ہے جس پر دنیا کی کوئی بھی چیز غالب نہیں آ سکتی۔ جادوگروں کی وہ جماعت جو فرعون کے سامنے لب کشائی سے گھبراتی تھی، لیکن جیسے ہی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام پر ایمان لائے اُن کے دلوں سے فرعون کا خوف جاتا رہا، فرعون کی جانب سے سخت سزا کی دھمکی ملنے کے باوجود وہ راہِ راست سے نہیں ہٹے۔ لہٰذا اپنا

چلاکہ پہلے اپنا ایمان درست کریں، اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اندر شعور و احساس پیدا کریں کہ ہم مسلمان ہیں، دوسرے؛ قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کریں، اہلِ ایمان کی صحبت اختیار کریں۔ تب جاکر ہمارے ایمان میں حرارت پیدا ہوگی۔

اللہ و رسول سے سچا عشق: دلوں میں اللہ و رسول کی محبت کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ محبت خدا اور محبت رسول کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ ہے، بندہ جب خالص اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے پھر وہ دنیا کی کسی بھی چیز کو اس پر ترجیح نہیں دیتا، تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن رہا تب تک یہ قوم عروج و ارتقا کی منزلیں طے کرتی گئی، اور فریق مخالف اگر ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹا یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوئے، انہوں نے کبھی دین کے نام پر سمجھوتا نہیں کیا۔ جب بندے کے قلب و ذہن میں حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ دنیا کی چمک دمک، خواہشات کی تکمیل میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ وصل محبوب کے راستے ڈھونڈتا ہے، پھر وہ محبوب سے منسلک تمام چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے، اور اس کے لیے مرمٹنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے دلوں میں قندیلِ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن کریں، آپ کی ایک ایک سنت و طریقہ کو اپنے اندر سمونے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، ہمہ وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام کا ورد کریں گے۔

علمِ دین حاصل کریں:

ہماری تنزلی میں جہل و نادانی کا بھی اہم کردار رہا ہے، ہم جانتے ہی نہیں کہ صحیح اور غلط کیا ہے، ہمارے دین کے بنیادی اصول کیا ہیں، فرائض و واجبات کتنے ہیں، ہماری اسلامی تاریخ کیا ہے، دین کی ترقی و فروغ میں ہمارے اسلاف کی کیا کیا قربانیاں رہیں، کیا دین اتنی آسانی سے ہم تک پہنچ گیا؟ یہ جملہ چیزیں ہم کب جانیں گے؟ جب ہم علم حاصل کریں گے، ورنہ اصل و اصول کو پس پشت ڈال کر فروعیات میں مشغول و منہمک ہو جائیں گے، اور 80 فیصد ہماری قوم اُن کے جال میں پھنس بھی چکی ہے۔ ہم اپنے دین سے اس وقت تک وابستہ نہیں ہو سکتے جب تک اپنے دین کو پڑھ اور سمجھ نہیں لیتے۔ یاد کریں جب انگریز ہندوستان میں آئے تو سرزمین ہند سے اسلام کو ختم کرنے کی پہلی چال جو انھوں نے چلی تھی وہ یہی تھی کہ مدارسِ اسلامیہ کو بند کر دیا جائے، اور اسکول و کالجز عام کیے جائیں اور اس میں اپنا بنایا ہوا نصاب شامل کیا جائے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان جتنا کم اپنے مذہب و مسلک کو جانے گا اُس کے ایمان کو لوٹنا اتنا ہی آسان ہوگا، اسی لیے انگریز ہماری تاریخ مٹانے اور مذہب اسلام کو دبانے کی ہمہ وقت کوششیں کرتے رہے۔ اپنے اسلاف کے طور و طریقے پر عمل کرتے ہوئے آج بھی دشمنانِ اسلام ہمیں ہماری تعلیمات سے دور کرنے کی سعی میں لگے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے میں دینی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

اتحاد و اتفاق: یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس قوم میں اتحاد نہیں ہوتا اس کا قوم کا شیرازہ بکھرنے میں دیر نہیں لگتی، آج ہماری قوم بھی کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے، اصل دین کو چھوڑ کر فروعیات میں الجھ کر رہ گئی، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو اپنا دشمن بھی سمجھنے لگی ہے، اور اس کی واحد وجہ دنیاوی جاہ و حشمت، اور عالمی شہرت کا حصول ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی مثل تھی، اور ہر انگلی اپنے اپنے منصب کے مطابق کام کرتی ہے، سب اپنے اپنے منصب پر خوش تھے، کیوں کہ انھیں ذاتی مفاد سے نہیں بلکہ فروغِ دین سے مطلب تھا، آج ہم اپنے آپ کو بڑا بنانے کی غرض سے دس حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، ملت میں فقدانِ تعلیم کی وجہ سے نااہل افراد بر سر اقتدار ہیں، جس کی وجہ سے بہ آسانی دشمن ہمارا شکار کرنے میں کامیاب ہے۔

دینِ اسلام کی تبلیغ و تشہیر: دین اسلام کی تبلیغ و

اشاعت بھی نہایت ضروری ہے، گھر گھر اسلامی تعلیمات پہنچانا، کم از کم اپنے بچوں اور اہل خانہ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ہمارا فرض ہے، مغربی تہذیب و تمدن اور جدت پسندی کو جڑ سے ختم کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے مطابق زندگی گزاریں۔ اپنی بہن، بیٹیوں کو ظالم و جابر، اور خبیث النفس افراد سے دور رکھیں، یہ سب تب ہی ممکن ہے جب ہم گھر گھر دین کو عام کریں گے اور اگر ہم معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے تو کم از کم اُن ذرائع کو ضرور مضبوط کریں جو تبلیغ و تشہیر کا ذریعہ ہیں جیسے: مدارس و مساجد، اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی لازمی آراستہ کریں، مکمل عالم نہ صحیح لیکن قرآن کریم مع ترجمہ اور چند کتب سیرت واحادیث ضرور پڑھائیں۔ خاص کر گھر کی خواتین کے پردے اور اُن کی تعلیمات پر خصوصی توجہ دیں، موجودہ دور میں پھیلتے فتنہ ارتداد سے بچنے کا ذریعہ بھی دینی تعلیم ہی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے تعلیم و صحت کو عام کریں۔

سیاست میں حصہ داری:

اپنی اولاد کو ملک کے مختلف حصوں سے جوڑیں، انھیں پولس، ڈاکٹر، انجینئر، آئی پی ایس وغیرہ کی تیاری لازمی کرائیں، اور زیادہ سے زیادہ میدان سیاست میں بھی قدم رکھیں تاکہ بہ آسانی دشمنانِ اسلام کی چالوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ سیاسی میدان میں بر سر اقتدار جب زیادہ سے زیادہ مسلمان ہوں گے تو دشمن اپنی چال چلنے میں ناکام ہوگا۔ اپنی جھگڑوں اور دشمنی کو مٹا کر فقط دین کے لیے کام کیا جائے اور ہر میدان میں گھس کر، ہر اعتبار سے دفاع کی کوشش کی جائے تب جا کر ہم اپنے مذہب و مسلک کی حفاظت کر سکیں گے۔ معاشرے سے برائیوں کو مٹا کر ہی دم لیں، اور یاد رکھیں بدلاؤ ایک دم نہیں بلکہ دھیرے دھیرے آئے گا، لہٰذا خواب غفلت سے بیدار ہوں، اور اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ اور عند اللہ خود کو مجرم ہونے سے بچائیں۔

—✻—✻—✻—✻—

(ص:9 کا بقیہ)

اصحاب کہف تین سو سال کے بعد بیدار ہوئے:

اصحاب کہف کا واقعہ بعث بعد الموت پر واضح دلیل ہے، ان کا واقعہ بہت طویل ہے، تاہم اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ یہ لوگ نصرانی تھے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے اور اس دور کے جابر و متکبر بادشاہ دقیانوس کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ میں پناہ گزیں ہو گئے، بادشاہ نے اس غار کے ارد گرد دیوار بنوادی، تاکہ وہ لوگ غار میں محبوس ہو کر تباہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کے ساتھ ساتھ ان کی جان و مال کی بھی حفاظت فرمائی، بایں طور کہ ان پر تین سو سال کے لیے نیند مسلط کر دی، اس دوران کئی حکومتیں بدلیں، کئی خدا پرست بادشاہ آئے، دین حق کا پرچم بلند ہو گیا اور اہل حق امن و عافیت کے ساتھ رہنے لگے، پھر فرقہ پرستی کا دور شروع ہوا اور بعث بعد الموت کی نوعیت و حقیقت کے معاملے میں لوگوں کے درمیان اختلافات کا طویل ترین سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس دور کا عادل بادشاہ بیدروس خلوت نشین ہو کر دعا کرنے لگا کہ خدایا! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما دے کہ بعث کے سلسلے میں اختلافات ختم ہو جائیں، اور بعث پر کامل یقین واعتماد بحال ہو جائے، اللہ نے اس نیک بادشاہ کی دعا سن لی، اور تین سو سال پہلے غار میں پناہ لینے والے اصحاب کہف کو ان کی نیند سے بیدار کر دیا اور دنیا کو اس حقیقت سے آگاہ فرمادیا کہ بعث برحق ہے، بعث جسم و روح دونوں کا ہوگا اور جو رب تین سو سال کے بعد معدودے چند افراد کو ان کی نیند سے اٹھانے پر قادر ہے وہ عالم برزخ کی طویل ترین نیند کے بعد اپنے تمام بندوں کو ان کی قبروں سے اٹھانے پر بھی قادر ہے، فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ○ [سورۂ کہف:21]

اسی طرح ہم نے اپنے بندوں کو اصحاب کہف کی اطلاع دی؛ تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ بعث کے بارے میں اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کا آنا یقینی ہے۔ (جاری) ✻

شعاعیں

مشکل کشائی اور عقیدۂ صحابہ

محمد ضیا نعمانی مصباحی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جس دین کی تعلیم دی، اس کا اظہار صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کے ہر لمحے میں ہوتا رہا، یہی وہ لوگ تھے، جو اپنے کردار و عمل سے قرآن و سنت کی تعلیمات کی عملی تفسیر پیش کر رہے تھے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی معبود ہے اور وہی ساری مخلوقات کا پالنہار ہے، وہ قادر مطلق ہے، وہی کائنات کا متصرف بالذات ہے، اس کا حکم نہ ہو تو ایک پتّا بھی نہیں ہل سکتا، اس کا اذن نہ ہو تو کائنات کا ایک ذرہ بھی اپنے آپ کو برقرار نہیں رکھ سکتا، خالق کائنات جل جلالہ لوگوں کے احوال کو جانتا ہے، اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہے، وہ ان کی دعاؤں کو قبول کر کے ان کی مشکلات کو بھی حل فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ بندوں کو اپنی قدرت کا مظہر بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت ان بندوں سے ظاہر ہوتی ہے، وہ بندے بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دنیا والوں کے لیے مددگار بن جاتے ہیں، اپنی ذاتی حیثیت میں وہ کسی کو تنکا بھی عطا نہیں کر سکتے، اور پتے کو بھی حرکت نہیں دے سکتے، لیکن جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں ان کے زور بازو کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

وہ اللہ عزوجل کی ذات ہے، جو پکارنے والوں کی پکار کو سنتی ہے، قرآن مجید سورہ یوسف کی آیت نمبر ۹۳ کو سامنے رکھیں تو یہ واضح ہو جاتی ہے، کہ انبیا و اولیا کے تبرکات یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مدد ملتی ہے، اس کی طرف متوجہ ہونا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کو مشکل کشا ماننا ہے، یہ ایسا عقیدہ ہے، جس سے عقیدۂ توحید میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی بحالی کے لیے اپنی قمیض بھیجی اور انھوں نے اپنی آنکھوں پر رکھی تو بینائی لوٹ آئی، ان کا قول قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا، (سورہ یوسف 93/12)

ترجمہ: میری یہ قمیص لے جاؤ سو اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے۔

یہ اللہ عزوجل کے پیغمبر ہیں اسرار توحید اور رموز وحدانیت ان کے لیے کوئی اجنبی سبق نہیں، لیکن ایک مشکل وقت میں اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام اپنی قمیص بھیج کر اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ جب اللہ عزوجل کی دی ہوئی برکت مخلوق میں شامل ہوتی ہے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو متصرف بالذات مانتے ہوئے ایسی چیز کو درمیان میں رکھنے سے عقیدۂ توحید میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر عزیزی میں "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ حقیقی مددگار ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو ایسا مددگار مان لیا جائے جس کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کا محتاج سمجھا

متعلم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

جائے،اور اللہ تعالیٰ کے اذن کا محتاج سمجھا جائے تو اس سے مدد مانگنا اور اس کا مدد کرنا یہ دونوں باتیں ہی ایاک نستعین کے منافی نہیں ہیں۔[تفسیر عزیزی ج:3 ص:245]

اس سلسلے میں جب ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نظریات کی تحقیق کرتے ہیں تو انتہائی بصیرت افروز حقائق سامنے آتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں اور پھر بھول جاتا ہوں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے چادر پھیلائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے کوئی چیز اٹھا کر اس (چادر) میں ڈالی، پھر فرمایا اسے اپنے ساتھ ملا لو، میں نے ملا لیا، تو اس کے بعد میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا۔
(صحیح البخاری کتاب العلم ج:1 ص:56)

صحیح بخاری کی مذکورہ روایت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہر مشکل کے حل کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرتے تھے، صحابۂ کرام سے بڑا موحد کون ہو سکتا ہے؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر داعی الی التوحید کون ہو سکتا ہے؟ اس کے باوجود حضرت ابوہریرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ واستمداد کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کے بجائے ان کا مسئلہ زندگی بھر کے لیے حل فرمادیا۔

جامع ترمذی کی روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بینائی کے حصول کے لیے استغاثہ فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کرنے اور استغاثہ کی حرمت یا خدشۂ شرک کا اظہار کرنے کی بجائے خود انھیں دعا کی تلقین کی، یہ دعا وسیلہ اور استغاثہ دونوں کی جامع ہے، مذکورہ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

”أللهم إني أسئلك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة، يا محمد! إني قد توجهت بك إلى ربي في حاجتي فهذه فتقضي لي، أللهم فشفعه فيّ“
(مسند احمد بن حنبل رقم 17372)

ترجمہ: اے اللہ! میں نبی رحمت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی اس حاجت میں آپ کے واسطے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ یہ حاجت بر آئے، یا اللہ میرے معاملے میں حضور کی سفارش اور شفاعت کو قبول کر لے۔

حدیث مبارکہ میں مذکورہ دعا کا ابتدائی جملہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کر رہا ہے، جب کہ اسی دعا کا دوسرا جملہ جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا جا رہا ہے، مقبولان بارگاہ الٰہی سے استغاثہ صرف جواز نہیں بلکہ حکم ارشاد کا ثبوت پیش کر رہا ہے، اللہ عزوجل کے سوا کسی سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرنا اور مدد چاہنا جائز اور درست نہ ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کا حکم ارشاد نہ فرماتے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات گرامی سے استغاثہ کا حکم ارشاد فرما کر ان باطل عقائد و نظریات کی جڑ کاٹ دی، جن کے ذریعہ بعض لوگ اسلام کے حقیقی عقائد و نظریات اور تعلیمات کا چہرہ مسخ کرتے ہوئے جمیع مسلمانان عالم کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عقیدۂ توحید میں کامل تھے، اور ان کے استغاثے منافی توحید ہرگز نہیں، یہ اسلام کے اولین مخاطب لوگ ہیں، جن کو توحید کے اسرار و رموز کا اچھی طرف پتا ہے، اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف متوجہ ہونا، انھیں وسیلہ بنانا جائز اور درست ہے، یہ مشکل کشائی کے مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو درست ایمان و ایقان پر قائم اور باقی رکھے، آمین۔ ■■■

انوار حیات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد کامران رضا

پیارے اسلامی بھائیو! تمام انبیا و رسل کے بعد سب سے افضل واعلیٰ شخصیات صحابۂ کرام کی ہیں۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ شرف تعلیم حاصل کیا اور دین کی اشاعت میں بے شمار مصائب وآلام اٹھائے۔ صحابہ کرام کی دوسروں سے فضیلت اور باہم مراتب کی تفصیل کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

تمام انبیا و مرسلین کے بعد تمام مخلوق الٰہی انس و جن و ملک (یعنی انسان جن اور فرشتوں) سے افضل امیر المؤمنین، صاحب صدق و صفا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد فاروق اعظم، پھر حضرت عثمان غنی، پھر مولا علی، پھر عشرہ مبشرہ، پھر اہل بدر، پھر اہل احد، پھر اہل بیعت، پھر تمام صحابہ کرام۔ یہی وہ عظیم گروہ ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" (قرآن) اسی طرح دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" (قرآن)۔

یوں تو تمام صحابہ کرام ہی ستاروں کی مانند ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان ہی نرالی ہے۔ نبوت سے قبل اہل مکہ کفر و شرک ظلم و ستم شراب نوشی بت پرستی وغیرہ کئی برے معاملات میں ملوث تھے۔ مگر اس وقت بھی چند لوگ ایسے تھے۔ جنھوں نے ان کاموں کو نہ صرف غلط سمجھا بلکہ ان کے خلاف حق کی تلاش میں رہے۔ انہی میں سے ایک شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔

آپ کے متعلق ایک واقعہ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ 4 صفحہ 60 تا 61 پر ہے۔ مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چند برس کی عمر کے ہوئے تو آپ کے والد آپ کو بت خانے لے گئے اور کہا یہ تمھارے بلند و بالا خدا ہے۔ انہیں سجدہ کرو جب آپ بت کے سامنے تشریف لے گئے تو فرمایا میں بھوکا ہوں مجھ کو کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دے، میں پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ بت بھلا کیا جواب دیتا آپ نے ایک پتھر اس کو مارا جس کے لگنے سے وہ وہیں گر پڑا۔ آپ کے والد نے جب یہ معاملہ دیکھا تو آپ کو غصہ آیا۔ پھر آپ کے رخسار پر تھپڑ مارا۔ اور وہاں سے آپ کی ماں کے پاس لائے، سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا۔ تو غیب سے آواز آئی تھی کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سچی بندی! تجھے خوش خبری ہو یہ بچہ عتیق ہے، آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب اور رفیق ہے۔ یہ روایت صدیق اکبر نے خود مجلس اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کی۔ جب یہ بیان کر چکے، حضرت جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کی: ابوبکر نے سچ کہا اور وہ صدیق ہیں۔ یہ حدیث امام احمد قسطلانی (علیہ الرحمہ) نے شرح صحیح بخاری میں ذکر کی۔ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج 8 ص 370، ملفوظات اعلی حضرت ص 60 تا 61 بتصرف)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی بت پرستی نہ کی اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی کو خدا مانا بلکہ آپ ہمیشہ توحید پر رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "سب

متعلم جامعۃ المدینہ فیضان عطائے عطار احمدآباد گجرات

سے بڑی عبادت فقہ یعنی دین میں غور وفکر کرنا اور دین کی سب سے افضل چیز تقویٰ یعنی پرہیزگاری ہے"۔

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، الحدیث:489، ج1، ص325)

حضرت صدیق اکبر کی کیا ہی شان ہے۔ جن کے تقوے کو خود قرآن نے بیان کیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى "(پارہ30 سورہ الیل) اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔ اس آیت میں سب سے بڑے پرہیزگار سے مراد حضرت سیدنا صدیق اکبر ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان پارہ30)

امام خازن فرماتے ہیں: تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سب سے بڑے پرہیزگار سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔(تفسیر خازن)

حدیث پاک میں آپ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- ابوبکر سے محبت کرنا اور ان کا شکر ادا کرنا میری پوری امت پر واجب ہے۔(تاریخ الخلفاء صفحہ40)

مذکورہ فضائل و کمالات کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ اوصاف حمیدہ سے بھی متصف تھے، بلند اخلاق اعلیٰ کردار، ملنسار، وعدے کے سچے، عہد کے پکے تھے اور انہی خوبیوں کی بنا پر مکہ مکرمہ اور اس کے قرب و جوار میں آپ رضی اللہ عنہ کو محبت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اب ہم آپ کی سیرت طیبہ کو مختصر انداز میں پیش کرتے ہیں۔

ولادت: آپ رضی اللہ عنہ عام الفیل کے اڑھائی سال بعد اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے دو سال اور چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔(تاریخ الخلفاء صفحہ24)

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ ہے۔

آپ کا نسب عبداللہ بن عثمان عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔ اور ساتویں پشت میں شجرہ نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کے والد عثمان کی کنیت ابوقحافہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام الخیر السلمی ہے۔ جمہور اہل نسب کے نزدیک آپ کا قدیم نام عبدالکعبہ تھا۔ جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام تبدیل فرما کر عبداللہ رکھ دیا۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد3 ص315)

کنیت اور القاب: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر ہے، کنیت سے ہی مشہور ہیں؛ بلکہ عوام الناس تو آپ کی کنیت کو ہی آپ کا نام سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ آپ کا نام عبداللہ ہے، صدیق و عتیق آپ کے القاب ہیں۔ صدیق کا معنی ہے "بہت زیادہ سچ بولنے والا" زمانہ جاہلیت سے ہی آپ اس لقب سے مشہور تھے کیوں کہ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے تھے۔ عتیق کا معنی "آزاد" ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا"انت عتیق من النار"یعنی تو نار دوزخ سے آزاد ہے۔ اس وجہ سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔(تاریخ الخلفاء ص29)

قبول اسلام: آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں مختلف واقعات ہیں۔ "الریاض النصرہ، جلد 1 ص 83 میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ایک بار ملک شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے، وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا۔ جو بحیرہ نامی راہب کو سنایا۔ اس نے آپ سے پوچھا:"تم کہاں سے آئے ہو" فرمایا مکہ سے، اس نے پھر پوچھا"کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں"۔ فرمایا "قریش" سے پوچھا" کیا کرتے ہو"، فرمایا"تاجر ہوں"۔ وہ راہب کہنے لگا اگر اللہ تعالی نے تمھارے خواب کو سچا فرما دیا۔ تو وہ تمھاری قوم میں ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہوں گے۔ اور وصال کے بعد اس کے جانشین۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس واقعے کو پوشیدہ رکھا کسی کو نہ بتایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو یہی واقعہ بطور دلیل آپ کے سامنے پیش کیا۔ یہ سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا لیا، پیشانی کو چومتے ہوئے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عشق و وفا کے پیکر تھے۔ ان کی زندگیوں کا حاصل عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اسی لیے ان کا انداز عشق نرالا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالے کو بھی زمین پر گرنے نہ دیتے تھے، تیروں کی بارش میں ڈھال بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو جاتے تھے، اپنی جان و مال کو لٹانے کے لیے پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی زندگیوں کا مقصد صرف اور صرف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی تھی۔ قبول اسلام سے لے کر ساری عمر حیات نبی کی ایک ایک ادا کو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی کے ایک ایک گوشہ کو کتاب ذہن میں بہترین طریقہ سے انھوں نے نقش کر لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب آسمانِ عشق و محبت کے ستارے ہیں۔ مگر جو محبت کا سوز، عشق کا جو انداز جناب صدیق اکبر کے یہاں نظر آتا ہے تاریخ محبت کے کسی صفحہ پر دیکھنے کو نہیں ملتا۔ بے شک آپ حسن نبوت کی تجلیِ اول وانور رسالت کے مظہر ہے۔

اب ہم آپ رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت سے لبریز چند واقعات بیان کرتے ہیں۔

(1) غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے اغنیا (یعنی مال داروں) کو حکم دیا کہ وہ اللہ پاک کے راستے میں جہاد کے لیے مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں؛ تاکہ مجاہدین اسلام کے لیے کھانے پینے اور سواریوں کا انتظام کیا جا سکے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے۔ جس ہستی نے راہ خدا میں اپنی ساری دولت پیش کی وہ صحابی ابنِ صحابی، عاشق اکبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال و متاع آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار کے اس ایثار کو دیکھ کر فرمایا: کیا اپنے گھر بار کے لیے بھی کچھ چھوڑا؟ تو عرض گزار ہوئے: "ان کے لیے میں اللہ اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ (مطلب یہ ہے کہ میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے اللہ رسول کافی ہیں)۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج5 ص435)

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

(2) حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ، یہ صدیق اکبر کے بیٹے ہیں، آپ نے ایک مرتبہ عرض کیا، ابا جان! فلاں جنگ کے دوران ایک وقت ایسا آیا تھا۔ کہ آپ میری تلوار کے نیچے آگئے تھے۔ اس وقت حضرت عبد الرحمٰن دشمنوں کی طرف سے جنگ میں شریک تھے۔ (یہ واقعہ آپ کے قبول اسلام سے پہلے کا ہے) اور صدیق اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کر رہے تھے۔ حضرت عبد الرحمن عرض کرتے ہیں: میں نے آپ کو صرف اس لیے چھوڑ دیا تھا۔ کہ آپ میرے والد ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غیرت ایمانی سے بھرپور جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! اُس دن تم نے تو مجھے اس لیے چھوڑ دیا کہ میں تمھارا باپ ہوں، لیکن اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں کبھی نہ دیکھتا کہ تم میرے بیٹے ہو بلکہ اس وقت تمہیں دشمن رسول سمجھ کر تمھاری گردن اڑا دیتا۔

(تاریخ مدینہ دمشق، 30/128)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے تین چیزیں پسند ہیں: (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پُر انوار کا دیدار کرتے رہنا (2) حضور پر اپنا مال خرچ کرنا اور (3) بارگاہ رسالت میں حاضر رہنا۔ (تفسیر روح البیان ج2 ص264)

غزوہ بدر ہو، یا اُحد، یا فتح مکہ، یا جنگ تبوک، یا خندق، یا واقعہ صلح حدیبیہ ہو، یا واقعہ بیعتِ رضوان، معراج کی تصدیق ہو، یا ہجرتِ نبویہ کے ناقابلِ فراموش حسین لمحات، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مونس وغم گسار بن کر ہر موڑ پر جاں نثاری اور وفاداری کا ثبوت دیتے چلے گئے۔

پیارے بھائیو! ہم بھی عشق مصطفیٰ کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ لیکن ہم سے نماز نہیں پڑھی جاتی ہیں۔ ہمیں اپنی شادیاں ہندوانہ رسم ورواج اور انگریزوں کی پیروی کرتے ہوئے کرنی ہیں، ہمیں معاشرتی زندگی غیروں کے طریقہ پر گزارنی ہے، ہم اپنی زندگی غیروں کی طرح جینا چاہتے ہیں، ہم والدین، بہن بھائیوں، عزیزو اقارب کے حقوق کے معاملے میں نبوی احکامات کے بالکل خلاف چل رہے ہیں۔ دعوائے عشق ومحبت کے علاوہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ لہذا ہمیں اپنی زندگی اسلاف کے طرز عمل پر گزارنی چاہیے۔

فضیلت صدیق اکبر: اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:- وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (پارہ30، سورۃ الّیل آیت 17)

ترجمہ:-"اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔"

اس آیت میں سب سے بڑے پرہیزگار سے مراد حضرت سیدنا صدیق اکبر ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان پارہ30)

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ. (پارہ24، الزمر33)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

امام فخرالدین رازی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی مشہور تفسیر "تفسیر کبیر" میں اس آیت مبارکہ کے تحت نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "اس آیت مبارکہ میں "سچ لانے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے اور "تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکت ہے۔

(التفسیر الکبیر الزمر:33، ج9، ص452)

اسی طرح حدیث پاک میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمائی گئی:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ فرمایا، پھر گلے لگا کر آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو چوم لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوالحسن! میرے نزدیک ابوبکر کا وہی مقام ہے جو اللہ کے ہاں میرا مقام ہے۔ (الریاض النضرۃ، ج1، ص185)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک بار اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، اور رات روشن تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی ہوں گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! وہ عمر ہیں، جن کی نیکیاں ان ستاروں جتنی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر میرے والد ماجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کس درجہ میں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے صرف ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، الحدیث:6068، ج3، ص349)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے بعد ابوبکر پھر عمر کی اطاعت کرو ہدایت پاجاؤ گے۔ اور ان دونوں کی اقتدا کرو کامیاب ہوجاؤ

گے۔" (تاریخ مدینہ دمشق، ج30، ص226)

تین سو ساٹھ خصائل: حضرت سیدنا سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں۔ اور اللہ عزوجل جب کسی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اس کی ذات میں ایک خصلت پیدا فرما دیتا ہے۔ اور اس کے سبب اسے جنت میں بھی داخل فرما دیتا ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے اندر بھی ان میں سے کوئی خصلت موجود ہے؟ ارشاد فرمایا: اے ابوبکر تمھارے اندر تو ساری خصلتیں موجود ہیں۔" (تاریخ مدینہ دمشق، ج30، ص103)

حضرت فاروق أعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہے: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہم میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، الحدیث: 3474، ج5، ص372)

حضرت سیّدنا محمد بن حنفیہ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اپنے والدِ ماجد حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (اس اُمّت کے) لوگوں میں سب سے بہترین شخص کون ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضیَ اللہُ عنہ۔ (بخاری، ج2، ص522، حدیث: 36717)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہے گا۔ تو میں اس کو مفتری کی (یعنی تہمت لگانے والے کو دی جانے والی) سزا دوں گا۔

(تاریخ مدینہ و دمشق، ج30، ص383)

حضرت امام أعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: انبیاءِ کرام کے بعد تمام لوگوں سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان، پھر علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ (شرح الفقہ الاکبر، ص61)

خلافت صدیق اکبر: ابن سعد حاکم اور بیہقی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام سعد بن عبادہ کے گھر میں جمع ہوئے، ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ خطبائے انصار کھڑے ہوئے اور ان سے ایک نے کہا: اے گروہ مہاجرین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم سے کسی کو عامل مقرر فرماتے تھے تو ہم سے ایک کو اس کے ساتھ ملاتے تھے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس امر خلافت کے دو شخص متولی ہوں۔ ایک ہم میں سے اور ایک تم میں سے۔ (اس بات کا کہنا تھا) کہ تمام انصار نے یکے بعد دیگرے اس بات کی تائید کی۔ اس پر زید بن ثابت نے کھڑے ہو کر کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین سے تھے۔ اور آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہونا چاہیے۔ ہم تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار تھے۔ اور اب آپ کے خلیفہ کے بھی مددگار رہیں گے۔ پھر انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ یہ تمھارا صاحب ہے۔ پس صحابۂ کرام نے آپ سے بیعت کرلی۔ (تاریخ الخلفا اردو 101)

نکاح اور اولاد: صفۃ الصفوۃ میں آپ کی چار شادیوں کا تذکرہ موجود ہے۔ پہلا نکاح قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے ہوا۔ اور ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اسماء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح ام رومان بنت عامر سے فرمایا۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنم لیا۔ تیسرا نکاح اسماء بنت عمیس سے منعقد ہوا۔ ان کے بطن سے محمد پیدا ہوئے۔ چوتھا نکاح حبیبہ بنت خارجہ ابن زید سے فرمایا۔ اور ان سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

وفات: دن کے حساب سے 21 جمادی الآخرہ 13 سن ہجری مطابق 22 اگست 634 عیسوی اور رات کے حساب سے 22 جمادی الآخرہ مطابق 23 اگست پیر اور منگل کی درمیانی رات مغرب و عشا کے درمیان وفات ہوئی، وفات کے وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔ ■■■

انوار حیات

برصغیر میں محبت اور روحانیت کا مینارۂ نور

حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ

مولانا آصف جمال مصباحی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اسلامی تاریخ کے ان عظیم روحانی رہنماؤں میں شامل ہیں جنھوں نے اپنی تعلیمات اور عمل سے برصغیر میں محبت، اخوت، اور امن کا پیغام عام کیا۔ آپ کو "غریب نواز" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جو آپ کی بے مثال خدمتِ خلق اور مظلوموں کے لیے شفقت کی علامت ہے۔ آپ کی زندگی محبت، انسانیت، اور قربانی کی عملی تفسیر تھی، جس نے لاکھوں افراد کے دلوں کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ آپ کو "سلطان الہند"، "محبوبِ خدا" اور "عطائے رسول" جیسے عظیم القابات سے بھی نوازا گیا، جو آپ کی روحانی عظمت اور اسلام کی خدمت کے اعتراف ہیں۔

ابتدائی زندگی: حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ 537 ہجری (1142ء) میں ایران کے علاقے سجستان کے قصبے سنجر میں پیدا ہوئے۔ آپ حسنی و حسینی سید تھے۔ آپ کے والد سید غیاث الدین اور والدہ بی بی ماہ نور نہایت نیک اور متقی تھیں، جنھوں نے آپ کی تربیت اسلامی اقدار کے مطابق کی۔ آپ کا خاندان علم و تقویٰ میں ممتاز تھا، جس کا اثر آپ کی شخصیت پر نمایاں تھا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی اور قرآن مجید حفظ کیا۔ بعد ازاں سمرقند اور بخارا جیسے علمی مراکز کا رخ کیا، جہاں علومِ حدیث، فقہ، اور تفسیر میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی روحانی جستجو آپ کو کسی کامل مرشد کی تلاش میں نیشاپور لے گئی، جہاں آپ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت کی۔

روحانی تربیت اور مرشد کا تعلق: حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے ساتھ بیس سال گزارے، جن میں آپ نے روحانی منازل طے کیں اور معرفت کے اسرار و رموز سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کے مرشد نے آپ کو برصغیر میں اسلام کی تبلیغ کے لیے منتخب کیا اور دعا کے ساتھ رخصت کیا۔ یہ رخصتی ایک نئی تاریخ کی ابتدا تھی، جس کے ذریعے آپ نے برصغیر میں امن، محبت، اور انسانیت کا پیغام پہنچایا۔

برصغیر میں تبلیغِ اسلام: حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ 1192ء میں اجمیر شریف تشریف لائے، جہاں آپ نے اپنی حکمت، محبت، اور روحانی قوت سے لوگوں کے دل جیتے اور انھیں اسلام کی طرف مائل کیا۔ آپ کے حسنِ اخلاق اور بے لوث خدمت کے نتیجے میں ہزاروں افراد نے اسلام قبول کیا۔ آپ کا کردار اس بات کا غماز تھا کہ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کا بھی تقاضا ہے۔

جوگی جے پال کا قصہ: اجمیر میں آپ کا سامنا مشہور جوگی جے پال سے ہوا، جو اپنی شیطانی قوتوں اور جادوگری پر نازاں تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی قوت کے سامنے اس کی تمام چالیں ناکام ہوگئیں۔ متاثر ہوکر اس نے اسلام قبول کیا اور آپ کا مرید بن گیا۔ اس واقعہ نے اجمیر

استاذ الجامعۃ السنیۃ گلشنِ آمنہ للبنات، قمر کالونی، گلبرگہ شریف

میں اسلام کی طاقتور حقیقت کو آشکار کیا، جہاں جادوگری کی سیاہ قوتوں کے مقابلے میں اسلام کی روشنی غالب آئی۔

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں کرامت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے بہت سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا برکات احمد صاحب مرحوم، جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد کے شاگرد تھے، نے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک غیر مسلم، جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے، اللہ تعالی ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا: خواجہ اگن! (یعنی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ، جلن لگی ہے)۔ تیسرے روز میں نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھا ہو گیا۔"

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، صفحہ 384)

یہ واقعہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ کی عظمت اور ان کے فیوض و برکات کا واضح ثبوت ہے، جو آج بھی عقیدت مندوں کے دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کرتے ہیں۔

تعلیمات اور کرامات: حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا محور محبت، اخوت، اور انسانیت کی خدمت تھا۔ آپ نے ہمیشہ عاجزی، صبر، اور خدمتِ خلق کو فروغ دیا۔ آپ کی کرامات میں اجمیر میں پانی کا چشمہ جاری کرنا، راجہ پرتھوی راج کی شکست، اور بیماروں کو شفا دینا شامل ہیں۔ آپ کے دربار پر آنے والے زائرین کو روحانی سکون اور برکات حاصل ہوتی ہیں۔

ملفوظاتِ خواجہ اور دلیل العارفین: حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عقیدت مندوں اور مریدوں کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا، جن کی ظاہری و باطنی اصلاح کے لیے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کے خلیفۂ اکبر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ملفوظات کو "دلیل العارفین" کے نام سے جمع کیا۔ یہ کتاب صوفیانہ تعلیمات اور روحانی اسرار کا خزانہ ہے، جو آج بھی اہلِ دل کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

تصانیف اور علمی ورثہ:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتب تصنیف کیں، جن میں "کشف الاسرار"، "گنج الاسرار"، اور "رسالہ آفاق و انفس" شامل ہیں۔ ان تصانیف میں آپ نے صوفیانہ تعلیمات اور معرفت کے اسرار کو بیان کیا، جو آج بھی اہلِ علم کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

وصال اور عرس کی اہمیت:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے 6 رجب 633 ہجری کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزارِ اقدس اجمیر شریف میں واقع ہے، جو آج بھی لاکھوں زائرین کے لیے روحانی سکون کا مرکز ہے۔ آپ کے عرس کے موقع پر دنیا بھر سے زائرین اجمیر شریف آتے ہیں، اور قرآن خوانی، نعت خوانی، اور ذکر و اذکار کی محافل منعقد ہوتی ہیں۔ آپ کی ذات برصغیر میں اسلام کے پھیلاؤ اور اس کی روحانی ترقی کی علامت ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات برصغیر میں اسلام کے فروغ کی روشن مثال ہیں۔ آپ کی محبت بھری تعلیمات آج بھی دنیا کو امن، اخوت، اور انسانیت کی خدمت کا پیغام دیتی ہیں۔ آپ کی تصانیف، ملفوظات، اور کرامات ہماری زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

آپ کا عرس ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ حقیقی کامیابی اللہ کی رضا حاصل کرنے اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں ہے۔ ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو ان کے نقشِ قدم پر چلانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ دنیا میں امن، محبت، اور بھائی چارے کا فروغ ہو۔■■■

بیان حق

اللہ والوں کی شان

مولانا مبارک حسین مصباحی کا خطاب

مولانا رحمت اللہ مصباحی

۸/ دسمبر ۲۰۲۱ء کو خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میرانیہ کھمبات شریف، ضلع آنند، گجرات میں ۸۰۲ واں عالمی روحانی سالانہ عرس مقدس قطب ربانی محبوب غوث جیلانی محبوب الاولیا نبیرگان غوث سرکار شاہِ میراں حضرت پیر میراں سید علی و حضرت پیر میراں سید ولی رضی اللہ عنہما نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا۔ سہ روزہ عرس مقدس کی تمام تقریبات میں ملک و بیرون ملک کی کئی عبقری، علمی، روحانی، سیاسی و سماجی شخصیات کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں عشاق اولیا نے شرکت کی اور سرکار شاہ میراں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔

مسابقہ و عرس مقدس کی جملہ تقریبات مظہر کرامات غوث اعظم پیر طریقت رہبر شریعت ابو الایتام حضرت علامہ الحاج الشاہ سید رئیس اشرف اشرفی الجیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ، سجادہ نشیں آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں کی سرپرستی اور پیر طریقت رہبر شریعت، شہزادۂ شہیدِ راہِ مدینہ، معین المشائخ حضرت علامہ الحاج الشاہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور مخدوم پاک کچھوچھہ مقدسہ و صدر آل انڈیا سنی جمعیت العلما کی صدارت اور شہزادۂ حضور رئیس ملت فاضل یمن رئیس العلما حضرت علامہ پیر سید جامی اشرف اشرفی اجیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ ولی عہد آستاہ عالیہ سرکار شاہ میراں و ناظمِ اعلیٰ جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم کھمبات شریف کی قیادت میں انتہائی نظم و نسق کے ساتھ انجام پزیر ہوئیں۔

حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی کا خطاب نایاب ہوا، ہم ذیل کی سطور میں آپ کے خطاب کو افادۂ عام کی غرض سے شائع کررہے ہیں، یہ خطاب نقل کیا ہے روزنامہ انقلاب کے نمائندہ مولانا رحمت اللہ مصباحی نے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ

صدق اللہ العلی العظیم

محترم حضرات آج کی یہ نورانی اور عرفانی مجلس سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے دو حقیقی پوتے جو یہاں آرام فرما ہیں سبحان اللہ اور ان کی والدہ ماجدہ عارفہ کاملہ جن کا مزار اقدس یہیں موجود ہے بے شک اور کچھوچھہ مقدسہ کی مقدس سرزمین جہاں پر شہنشاہ طریقت حضور سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کا مزار اقدس ہے سمنان کی سرزمین پر شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ العزیز اور سرکار بغداد سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ تمام شخصیات پر مجھ جیسا کم پڑھا لکھا انسان صحیح لفظوں میں اپنے قلبی جذبات کو بیان کرنے کے لیے نہ میرے پاس الفاظ ہیں نہ میرے پاس اتنا خوبصورت لب و لہجہ ہے مجھے حکم ہوا ہے چند منٹ کچھ عرض کرنے کے لیے میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں اللہ تعالی نے ان کو علم و فضل کا بحر ناپیدا کنار بنایا ہے وہ علم کے بھی ایسے تاجدار تھے کہ جس دور میں باحیات تھے پوری دنیا کے اندر کوئی دوسرا عالم ایسا نہیں تھا کوئی مفتی اور محقق ایسا نہیں تھا جو ان کے سامنے چند منٹ کے

لیے بھی ٹھہرتا ہوا نظر آئے قسم خدا کی جو مسائل پوری دنیا میں حل نہیں ہوپاتے تھے وہ سرکار غوث اعظم کی بارگاہ میں جاتے تھے وہ چند لمحوں کے اندر ان مسائل کو حل کرتے ہوئے نظر آتے تھے میں ایک مثال دینا چاہتا ہوں، ایک مسئلہ اٹھا ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں ایسی عبادت نہ کروں جو دنیا میں اس عبادت کو کوئی نہ کر رہا ہو تو میری بیوی کو تین طلاق۔ تمام علما اور مفتیان نے کرام نے کہا کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے، مگر یہی مسئلہ جب سرکار غوث اعظم کی بارگاہ میں جاتا ہے تو آپ مسکرا کر سر اٹھاتے ہو فرماتے ہیں اس میں کون سی مشکل بات ہے، اس سے کہ دو وہ خانہ کعبہ جائے اور تمام مقام مطاف کعبہ کو خالی کرا کر سات چکر لگا لے وہ ایسی عبادت ہوگی کہ دنیا میں وہ عبادت کہیں نہیں ہو رہی ہوگی۔ سرکار غوث اعظم کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے ان کے پوتے یہاں پر دو یہ کوئی معمولی شخصیات نہیں ہیں مجھے آج بتایا حضور رئیس ملت دامت برکاتہم القدسیہ نے کہ کس طرح یہاں مسجد اپنے خود بخود کئی فٹ آگے پیچھے بڑھی، یہ کون طاقت ہے، راستہ نکال رہے تھے دو مزار مقدس نظر آئے، شام کا وقت تھا مگر جب دیکھا کہ راستہ مشکل ہے، دونوں مزارات ملے ہوئے تھے، حضرت نے فرمایا صبح دیکھتے ہیں، چلو جب صبح کو آئے تو دونوں مزارات میں فاصلہ بن کر بیچ کا راستہ نکل گیا تھا یہ کیا طاقت ہے؟ کرامت کسے کہتے ہیں؟ میں نے خود دیکھا ہے اپنی آنکھوں سے حضور رئیس ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو، کیا کرتے ہیں! چٹکی بجائی اور مرض غائب، واہ واہ، سبحان اللہ! پیر میں درد ہے، کمر میں درد ہے، ہاتھوں میں درد ہے، آنکھوں میں درد ہے، کوئی وظیفہ نہیں، آج جب میں بیٹھا ہوا تھا حضرت کے سامنے بڑی تعداد میں ان کے خلفا موجود تھے، کوئی رکشہ چلاتا تھا وہ بھی خلیفہ ہے، کوئی کسی کمپنی میں کام کرتا تھا وہ بھی خلیفہ ہے، ایک سے بڑھ کر ایک خلفا ہیں، مگر قسم خدا کی ان خلفا کو نہیں معلوم کہ ہمارے پاس کیا ہے، مگر چٹکی بجا دیتے ہیں اور مرض بھاگتا ہوا نظر آتا ہے، یہ کیا ہے؟ یہ کیا طاقت ہے؟ ارے! اللہ والوں کی شان ہی الگ ہوتی ہے، ان کے کمالات انکھوں سے نہیں دل سے محسوس کیے جاتے ہیں۔ بے شک یہ کوئی معمولی شخصیات نہیں ہیں، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا فیض کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ یہ مسجد جہاں ہے شراب کھانا تھا، فحاشی ہوتی تھی کون سا برا کام ہے جو یہاں نہیں ہوتا تھا مگر بھیجا، ارے وہ حضور سیدنا عبد الرزاق نور العین قدس سرہ العزیز سبحان اللہ انہی کی تو نسل پاک سے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سبحان اللہ! کہاں کہاں دیکھو گے! قسم خدا کی سرکار غوث اعظم کا فیضان تھا، ہے اور انشاء اللہ رہے گا، وہی سیدنا عبد الرزاق کو حضور سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے شہزادے کو بھیج دیا اور ایسا بھیجا ایسا بھیجا شراب خانوں کو مسجد بنا دیا۔ یہ تمام بنوں کو عشق و عرفان کا ماشاء اللہ یہ گلشن بنا دیا، یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں؛ آج جو یہاں پر یہ فقہی تقابلی جائزہ لیا گیا ہے، میں بے پناہ مبارک باد دیتا ہوں اس ادارے کے ذمہ دار اساتذہ کو اور خاص طور پر حضور جامی میاں حضرت نظامی میاں کو کہ انھوں نے اپنے علم دانش کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ارے میں ان کے کیا کیا فضائل بیان کروں، چند منٹ میں کچھ ہونے والا نہیں ہے، نہ سرکار غوث اعظم کے فیوض و برکات قسم خدا کی مجھ جیسا بیان کریں، میں آیا، بس دو منٹوں بعد اپنی بات ختم کروں گا۔ اچھا یہ کہ ہمارے خطیب اعظم بیٹھے ہوئے ہیں، ماشاء اللہ۔

بس میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کے ساتھ آپ کے قدموں سے لپٹ کر میں بھی چلنا چاہتا ہوں، سرکار بغداد کی بارگاہ میں ایک حادثہ ہو گیا تھا جس کی بنیاد پر فلائٹ ڈائریکٹ تو جانے والی تھی، دو راستے تھے دبئی ہو کر یا ایران ہو کر سرکار نے فرمایا کہ ایران ہو کر چلیں گے۔ وہاں ہم سمنان شریف بھی حاضری دے لیں گے یہ خادم اور غلام بھی ساتھ ساتھ، حضور جامی میاں، نظام میاں بھی ساتھ ساتھ، جب ہم پہنچے، کیا دربار ہے، کیا خوشبو ہے، کیا عطر بیزی ہے۔ وہاں جانے کے بعد، قریب میں ایک انتہائی قریب میں قلعہ نما خانقاہ بنی ہوئی ہے، اس کے ہر گوشے کو دیکھا گیا۔ ایسی

خوشبودار ہوا کم سے کم مبارک حسین مصباحی نے نہ اس سے پہلے زندگی میں کبھی سونگھی نہ اس کے بعد آج تک کبھی سونگھی۔ سبحان اللہ !واہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ وقت ہی کم تھا ورنہ دیکھنا تو بہت کچھ تھا۔ سمنان شریف کے اندر واپس آئے اور پھر اس کے بعد سرکار بغداد کی بارگاہ میں حاضری دی، اور کیا ملا کیا لیا؟ حضرت بس مانگنے والے جانے اور دینے والا جانے، مگر یہ خادم اتنا جانتا ہے کہ حضور نے مجھے سرکار کے دربار میں عمامہ شریف باندھ کر مجھ کو خلافت واجازت عطا فرما دی، ماشاء اللہ یہ میری معراج ہے اور انشاء اللہ یہ خادم غلام تاحیات نہیں، مرنے کے بعد میدان محشر میں بھی تو انہی کی شفاعتیں ہمارے کام آئیں گی۔ ارے انہی کے نانا جان کا تو فیضان ہوگا، انہی کا فیضان تھا، انہی کا فیضان ہے اور انشاء اللہ انہی کا فیضان رہے گا۔

ہمارے علما، جامی صاحب معمولی شخصیت نہیں، ہمارے علامہ نظامی صاحب معمولی شخصیت نہیں ہیں، اتنی اچھی شاعری فرماتے ہیں ماشاء اللہ، جس رخ پر قلم چل جائے تو بس اشعار کی انتہا نہیں رہتی، پانچ پانچ سو شعر ایک ایک رات میں حضرت نے لکھے ہیں، یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ کیا کلام ہوتا ہے، فصاحت و بلاغت کی ساری بلندیاں ان کے اشعار کی قدم چومتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور حضرت علامہ جامی میاں کا تو معاملہ ہی الگ ہے، وہ جس رخ پر چلے جاتے ہیں ماشاء اللہ ہر رخ کے شہ سوار نظر آتے ہیں۔

اور حضور معین المشائخ ان کی شخصیت کے بارے میں یہ غلام کیا عرض کر سکتا ہے، حضور شہید راہ مدینہ بھی مجھے اپنا بیٹا ہی مانتے تھے، بیٹا ہونے کے لائق نہیں، انتہائی قریبی مانتے تھے اور حضور معین المشائخ نے تو مجھے ہمیشہ ہمیش کے لیے مدعو فرما دیا ہے کہ انتظار مت کرنا ہر عرس میں آپ کو آنا ہی ہے، تو انشاء اللہ یہ غلام وہاں کا بھی ہے، یہاں کا بھی ہے، بغداد کا بھی ہے، ہر جگہ ان سادات کرام کا غلام تھا، غلام ہے، اور انشاء اللہ ہمیشہ ان کا غلام رہے گا۔ انہی چند جملوں پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں الحمد للہ رب العالمین السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ۔ ■■■

(ص:50 کا بقیہ)...انھوں نے قرآن و حدیث، اکابرین کی کتب اور معترضین کی کتابوں کے حوالے شان دار انداز میں دیے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس باب میں اگر کوئی اس کتاب کو پڑھ لے تو بہت سارے اشکال بھی دور ہوں گے اور ایک علمی ذخیرہ ہاتھ آئے گا۔

حضرت مولانا عبد الحلیم چشتی (احمد آباد) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیوں کے متعلق کچھ گفتگو فرمانے کے بعد رقم طراز ہیں:

اللہ پاک بہتر جزا عطا فرمائے ہمارے لائق فائق فرزند مولانا سلیم رضا مدنی سلمہ کو، جنہوں نے ان فتنوں کے مقابلے میں ایک بہترین علمی تحریر بنام "تذکرۂ بناتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ترتیب دی، اس کتاب میں موصوف نے اہل سنت کی معتبر کتب کے ساتھ ساتھ خود اہل تشیع کی کتابوں سے بھی دسیوں حوالہ جات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیاں تھیں۔ مولانا نے کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کر کے موضوع کی جامع وضاحت پیش کرتے ہوئے فن تحریر کا حق ادا کیا ہے۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مولانا کی اس کاوش کو قبول فرمائے، ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے، اور اس کتاب کو امت مسلمہ کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مولانا موصوف بہترین حافظ اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی ہیں، کتاب کی ابتدا میں بنات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک طویل کلام بھی لکھا ہے جس سے کتاب کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

ان سب خوبیوں کے ساتھ اچھے مضمون نگار بھی ہیں، محترم موصوف کا یہ پہلا رسالہ ہے جو منظرِ عام پر آ رہا ہے، اس کے علاوہ متعدد مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔ مالک کریم مزید عروج و ارتقا عطا فرمائے اور علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔ ❋

ذکر جمیل

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی محمد اعظم مصباحی

اسمِ گرامی، ولدیت و کنیت: حضرت بلال کے والد کا نام رباح تھا اور والدہ کا نام حمامہ، کنیت ابو عبداللہ تھی اور ایک دوسرے قول کے مطابق ابو حازن تھی۔

حضرت بلال امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ان کی والدہ حبشہ کی رہنے والی تھیں اور دین عیسیٰ علیہ السلام پر تھیں اور حبشیوں میں عالمہ عابدہ سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن والد سرزمینِ عرب سے ہی تعلق رکھنے والے تھے۔

قبول اسلام: حضرت بلال کی تربیت قریش کے مشہور قبیلہ بنو جمح میں ہوئی۔ حضرت بلال اس قبیلے کے کسی سردار کے غلام تھے صحیح اور مشہور روایت کے مطابق آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے اسی طریقے سے آپ کے والد اور والدہ بھی اسی کے غلام تھے۔ حضرت بلال قدیم الاسلام ہیں ابتداے اسلام میں کفار مکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح کمزور اور ضعیف صحابۂ کرام کو اذیتیں پہنچاتے تھے تاکہ وہ دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ ان کمزوروں میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اگرچہ آپ نے اسلام کو مخفی رکھا تھا لیکن بالآخر آپ کا اسلام ظاہر ہی ہو گیا آپ کا مالک امیہ بن خلف آپ کو سخت تکلیفیں پہنچاتا تھا آپ کے اسلام لانے سے قبل وہ آپ سے بڑی محبت کرتا تھا اور آپ پر اتنا اعتماد رکھتا تھا کہ بت کھانے کا انچارج آپ ہی کو مقرر کیا ہوا تھا۔

امیہ بن خلف کی ستم رانیاں: جب امیہ بن خلف کو جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا حضرت بلال کے اسلام کی خبر ملی تو وہ حضرت بلال کو سخت تکلیفیں پہنچانے لگا۔ آپ کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا کہ یا اس حال میں مر جاؤ اور زندگی چاہو تو اسلام سے ہٹ جاؤ مگر وہ اس حالت میں بھی اَحد اَحد کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ کبھی ابو جہل کا نمبر آتا۔ کبھی امیہ بن خلف کا، کبھی اوروں کا، اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔ ایک دن امیرُ المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس جگہ سے گزرے جہاں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا، آپ نے امیہ بن خلف کو ڈانٹتے ہوئے کہا: اس مسکین کو ستاتے ہوئے تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا تو کب تک ایسا کرتا رہے گا؟ وہ کہنے لگا: ابو بکر! تم نے ہی اسے خراب (یعنی مسلمان) کیا ہے، تم ہی اسے چھڑا لو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے زیادہ تندرست و توانا غلام ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مجھے دے کر وہ تم لے لو۔ کہنے لگا: منظور ہے۔ آ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کچھ رقم اور غلام کے بدلے میں انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔

اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مزید چھ ایسے ہی غلام آزاد کیے۔ یہ بھی مروی ہے کہ امیرُ المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو

5 اوقیہ (یعنی تقریباً32 تولے)سونا ادا کرکے خریداتو فروخت کرنے والے نے کہا: ابوبکر !اگرتم صرف ایک اوقیہ سونے پر اڑ جاتے تومیں اتنی قیمت میں ہی اسے فروخت کردیتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگرتم سواوقیہ سونامانگتے تومیں وہ بھی دے دیتااور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کوضرور خریدلیتا۔

مؤذن رسول: مکہ شریف سے ہجرت کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کا ایک خاص خدمت کے لیے انتخاب فرمایا مدینہ منورہ میں حالات مکہ سے کہیں بدلے ہوئے تھے یہاں مکہ کی طرح بے بسی اور مجبوری نہیں تھی، بنیادی اصولوں کی تدوین واشاعت شروع ہوئی، مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز ہوا، عبادت کو ایک خاص شکل دی گئی، نماز کے لیے اذان مشروع ہوئی اور اذان دیناکوئی معمولی شرف نہ تھا اور حضور نے یہ شرف حضرت بلال کوعطافرمایا۔ اس کی ایک وجہ تھی کہ حضرت بلال کی آواز نہایت جاذب اور دلکش ہونے کے علاوہ بہت بلند تھی ۔ حضرت بلال اذان دیتے اور جہاں جہاں تک آواز پہنچتی لوگ بے اختیار اپنے کام کاچھوڑ کراذان سننے لگ جاتے ۔ طبقات ابن سعد میں تو یہاں تک روایت ہے کہ مرد عورت بچے گویاکشاں کشاں ان کے پاس پہنچتےاور ان کے گرد جمع ہونے لگتے اس کے بعد آپ آستانۂ نبوت پر جاکر ادب و احترام کے ساتھ حی علی الصلاۃ اور حی الفلاح کہتے ہیں حضور تشریف لاتے اور تکبیر کے بعد نماز ہوتی۔

حضرت بلال نے اپنی زندگی میں بہت سی اذانیں دیں، آپ کی چند اذانیں خاص اہمیت رکھتی ہیں جن میں عجیب کیفیت اور تاثیر ہے۔ ان میں فتح مکہ کے موقع پرکعبہ کی چھت پر حضرت بلال کی دی گئی اذان۔ ہوایوں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کومکہ معظمہ میں فاتحانہ شان سے داخل فرمایااللہ تعالیٰ نے اسلام کوغلبہ عطافرمایاتونبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کوخانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کراذان دینے کاحکم دیا۔

ملک شام کی فتوحات کے موقع پر حضرت ابوعبیدہ ابن جراح نے حضرت عمر سے گزارش کی کہ آپ ملک شام تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے معاہدہ صلح مرتب فرمادیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام کاسفر کیااور معاہدہ صلح تحریر فرمایااللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے ذریعے بیت المقدس کو یہودیوں سے آزاد فرمایااس موقع پر حضرت فاروق اعظم نے مسلمانوں کو جمع کرکے ایک خطبہ ارشاد فرمایا موجودین میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جوشوق جہاد میں ملک شام آئے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو دیکھ کر فرمایا: بلال! تم پر اللہ کی رحمت ہو کیاتم ہمارے لیے اذان نہ دو گے ؟ حضرت بلال کو حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا تھا کہ اس وقت سے آپ نے اذان دینی چھوڑ دی تھی لیکن حضرت عمر کی فرمائش کو ٹال نہ سکے، جواب عرض کیاامیر المومنین بخدامیں عہد کرچکاتھاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے کہنے سے اذان نہ دوں گا لیکن میں آج آپ کی تعمیل حکم کے لیے اذان دیتاہوں کیوں کہ آپ کسی ایک نماز کی اذان کے لیے فرمارہے ہیں۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت بلال کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدابلند ہونی تھی کہ صحابۂ کرام کے جذبات میں قیامت برپاہوگئی انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامبارک زمانہ یاد آ گیاحضرت بلال کی اذان کا ہر فقرہ صحابہ کرام کے قلب وجگر کے ٹکڑے کیے جارہا تھا، لیکن جس وقت آپ کی زبان مبارک سے خاص لہجے میں أشھد أن محمد رسول اللہ نکلاتوصحابہ کرام زار وقطار رونے لگے یہاں تک کہ حضرت معاذابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توروتے روتے ہچکی بن گئی اور ان کی طبیعت کسی طرح قابو میں نہیں آرہی تھی حضرت عمر نے ہزارمشکل سے انہیں صبر دلایا۔

حضرت بلال کی آخری اذان: حضور سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے حضرت بلال شوقِ جہاد میں ملک شام تشریف لے گئے اس کے بعد ایک روز خواب میں سرکار کی زیارت ہوئی، سرکار نے فرمایا: یہ کیسی زیادتی ہے، کیا تم ہماری زیارت کے لیے مدینہ نہ آؤ گے۔ حضرت بلال روتے ہوئے بیدار ہوئے اور مدینہ کا سفر کیا۔ جب مدینہ حاضر ہوئے تو ایک دن ظہر کے وقت لوگوں نے اصرار کیا کہ بلال آج وہ اذان سنا دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے حضرت بلال نے ہر چند عذر کیا لیکن مسلمان اور خاص طور سے حسنین کریمین کی گزارش پر اذان دینے کے لیے رضامند ہو گئے، اور مینار کے اوپر چڑھ گئے، مدینے میں شور اٹھا لوگو! آج بلال اذان دیتے ہیں۔ یہ صدا سن کر مشتاق جمع ہونے لگے، حضرت بلال نے زبان سے اللہ اکبر اللہ اکبر جب کہا تو اہل مدینہ کے دل سے ایک شور نالہ وفغاں کا بلند ہوا اور جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو مدینہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو زار و قطار نہ رو رہا ہو یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں گھروں سے باہر نکل آئے۔

قرآنِ پاک میں حضرت بلال کی شان:

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتحانات سے گزرے، پھر آزادی کی نعمت نصیب ہوئی تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے، اب یہ جانِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتے تھے، اسی طرح دیگر وہ صحابۂ کرام جو پہلے غُلامی کی زندگی بسر کر چکے تھے مثلاً حضرت صہیب رُومی، حضرت خباب رضی اللہ عنہما، یہ بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر رہتے تھے، ایک روز کافر کہنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس غریب لوگ بیٹھتے ہیں، ہمیں اِن کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے، اگر آپ انھیں اپنے پاس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی خِدمت میں حاضر رہا کریں گے۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آپ جیسے دیگر صحابۂ کرام کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ. (سورہ انعام، آیت:52)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو دور نہ کرو جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے محبوب! آپ اِن صحابہ کو ہرگز اپنی بارگاہ سے دُور مت فرمائیے، یہ تو وہ نیک اور پارسا لوگ ہیں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت بھی کیسی؟ دِکھاوے کی نہیں، ریاکاری والی نہیں، دُنیوی لالچ والی عِبادت نہیں بلکہ یہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی اس عبادت سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔

روزِ قیامت شانِ بلال: ایک روز پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام کا ذکر فرما رہے تھے، اس سلسلے میں آپ نے فرمایا: حضرت صالح علیہ وسلم روزِ قیامت اپنی اونٹنی پر سُوار ہوں گے، میں بُراق پر سُوار ہو کر آؤں گا، پھر آپ نے حضرت بِلال رضی اللہ عنہ کی جانب نگاہ اُٹھائی اور فرمایا: بِلال کی یہ شان ہوگی کہ جنّتی اونٹنی پر سُوار ہوں گے، اذان پڑھتے ہوئے میدانِ محشر میں آئیں گے، بِلال کی اذان کی آواز سب سُنیں گے، اس وقت انبیائے کرام علیہم السلام کی نِگاہیں بھی بلال پر لگی ہوں گی، جب بِلال اذان مکمل کر لیں گے تو انہیں جنّتی لباس پہنایا جائے گا۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور شہدا کے بعد بِلال پہلے شخص ہوں گے جنہیں جنّتی لباس ملے گا۔

وصال: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنہ 20 ہجری میں ترسٹھ سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی اور باب الصغیر قبرستان میں دفن ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء، طبقات، تاریخ مدینہ و دمشق، سیرت سیدنا حضرت بلال وغیرہ)

چراغ خانہ

دور حاضر میں خواتین کے لیے علم تصوف کا دائرۂ کار

مفتی محمد منظر مصطفیٰ ناز صدیقی

اسلام اور تصوف: اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین وجامع ترین پیام رحمت ہے۔انسان کی ذہنی وعقلی،اخلاقی ومعاشرتی،جسمانی وروحانی،انفرادی واجتماعی جیسی تمام ضرورتوں کا کفیل اور شعبۂ حیات میں ترقی کا ضامن ہے۔ اسلام نے تمام لوگوں کو ربط خالق وربط مخلوق کا ایسا خوبصورت وپاکیزہ ماحول عطا کیا کہ اس کی وجہ سے چند مخصوص لوگوں نے اپنی زندگی کا نصب العین خوف خدا،صدق وصفا،سلوک واحسان اور دنیا سے بے رغبتی کو بنایا،اسی مسلک کا بعد میں تصوف نام پڑ گیا اور اس پر عمل پیرا ہونے والی ذات کو صوفی کہا جانے لگا،مذکورہ تصوف کی حیثیت نہ تو اسلام سے جداگانہ اور نہ ہی اسلام پر مقدم ہے بلکہ اسلام کے ماتحت ہے اور یہی اسلامی تصوف جو شریعت وطریقت کا سنگم ہے قابل قبول اور مقبول ہے۔

علم تصوف کی تعریف اور حقیقت: علم تصوف کی تعریف اور اس کی حقیقت کے تعلق سے علما ومشائخ نے الگ الگ رائیں قائم کی ہیں اور الگ الگ تعبیرات بھی پیش کی ہیں لیکن یہاں پر پانچ اقوال بیان کرکے اس کے جائزے پیش کیے جاتے ہیں۔

(1)امام عبدالوہاب شعرانی کے نزدیک تصوف:
تصوف تو احکام شرعیہ پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے۔
(طبقات الشافعۃ الکبری صفحہ 4)

(2) ابوعبداللہ محمد بن حنیف کے نزدیک:
تصوف دل کو صاف کرنے اور شریعت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے۔(طبقات الکبری صفحہ 18)

(3) امام غزالی کے نزدیک: تصوف نام ہے دل کو خدا کے لیے خالی کرنے اور ماسوی اللہ (اللہ کے سوا) کو خاطر میں نہ لانے کا۔(احیاء العلوم،249/2عربی)

(۴) شیخ ابوالحسن شاذی کے نزدیک: نفس کو عبادت کی مشق کرانا اور اسے احکام الٰہی کی طرف پھیر دینا تصوف ہے۔(ماہنامہ کنزالایمان ص:20)

(۵) شیخ جنید بغدادی کے نزدیک: تمام اچھے اخلاق کو اختیار کرنا اور برے اخلاق کو ترک کرنا تصوف ہے۔(ایضاً ص:20)

میری ناقص فہم وادراک کے مطابق ان تمام اقوال کا یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تصوف کی اصل وحقیقت وہی تزکیہ واحسان ہے جسے قرآن میں تزکیہ کہا گیا اور جسے حدیث میں اخلاص واحسان کے نام سے پیش کیا گیا ہے،تصوف وصوفی کا مفہوم ایسا ہرگز نہیں کہ جو چند فرائض وواجبات کو ادا کرلے اور چند ممنوعات ومحرمات سے اجتناب کرلے تو اسے صوفی کہا جائے،بلکہ تصوف پر گامزن اس شخص کو صوفی کہا جائے گا جس کے ظاہر وباطن دونوں احکام الٰہی کے پابند ہوں،اخلاق رذیلہ وذمیمہ سے پاک ہوں،اوصاف حمیدہ سے آراستہ وپیراستہ ہوں۔

تصوف کی اہمیت وافادیت: تصوف کثیر الجہات خوبیوں کا حامل ہے جس کی وجہ سے تصوف ہر دور میں وقت کی اہم ضرورت بن کر محسوس ہوئی ہے،اسلام کے ساتھ تصوف کا قدیمی رشتہ رہا ہے،یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں صحابہ وتابعین، مجتہدین، محدثین، مفسرین، فقہا،علما،صلحا کی اکثریت تصوف سے وابستہ ہوئے۔تصوف کو باقی رکھنے کے لیے اہل تصوف کے حالات،افکار ونظریات،کتابیات ومواعظ حسنہ اور اعمال خیر کا

مفتی: مرکزی دار الافتاء، اندور Email: naazmf786@gmail.com

خوب چرچا کیا، پھر کیا تھا؟ تصوف انسانی زندگی کے لیے خوف خدا، ذکر خدا، خدا ترسی، خدا شناسی، محبت رسول، اسوۂ رسول، پاکیزہ نظام، خوبصورت ماحول، خوب سیرت کردار، عمدہ اخلاق وغیرہم جیسے عمدہ محاسن اپنانے کے لیے مرکز و محور بن گئے۔

اسلامی تصوف کے رجحانات: اسلامی تصوف ایک مخصوص رجحان اور ایک مکمل نظام تربیت ہے، جس سے انسان کے اندر خودشناسی، خداشناسی، اطاعت خداوندی، اطاعت رسول، امن وسکون کے ساتھ رہنا اور دوسروں کو امن وسکون کی زندگی فراہم کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر جاتا ہے، ظاہری زندگی سے اثرانداز ہوکر روح کی گہرائی تک اتر جاتا ہے اور اس کی وجہ سے عاملین کے ظاہری جسم کے ساتھ روح محبت الٰہی کا گنجینہ ہو جاتی ہے اور عاملین کی زندگی دوسروں کے لیے نمونۂ عمل بن جاتی ہے۔

انسانی زندگی کے لیے تصوف ضروری ہے:

آج کی بھاگ دوڑ والی دنیا میں انسان اپنے دل کی سکون کے خاطر کیا کچھ نہیں کرتا، ہر وہ چیز خریدتا ہے جس سے اس کے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہو سکے، کبھی تو شراب کے جام میں خود کو غرق کر دیتا ہے تو کبھی ڈپریشن اور نیند کی گولیوں کا سہارا لیتا ہے، کوئی سیر وتفریح سے اپنے کو فریب دیتا ہے تو کوئی اپنے اہل وعیال میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

مگر افسوس کہ ان میں سے کوئی بھی چیز اس کو مکمل طور پر چین وسکون فراہم کرنے میں ناکام اور نامراد ہی رہتی ہے، دولت سے زمین، جائیداد، بنگلہ، گاڑی، زیور، نوکر چاکر تو خرید سکتا ہے، مگر دل کا سکون کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود بھی حاصل نہیں کر سکتا، ہاں خود کو ایک فریب ضرور دے سکتا ہے۔ انسان سکون وقرار اسی وقت پا سکتا ہے جب کہ وہ اپنی زندگی ریا وفریب سے دور ہوکر، جھوٹ اور غلط ماحول سے اپنے آپ کو بچاکر، صبر و اخلاص اور احسان کی تعلیم پر عمل پیرا ہوکر گزارے، اور اسی پاکیزہ زندگی کا درس تصوف دیتا ہے، اس لیے انسانی زندگی کے علم تصوف ضروری ہے۔

خواتین اسلام اور تصوف: انسان ہونے کی حیثیت سے جملہ امور میں مردوں کی طرح عورتوں کا تعلق رہا ہے، خواہ احکام کا معاملہ ہو یا عبادت کا معاملہ ہو یا تعلیم و تعلم کا معاملہ ہو، شعبۂ حیات کو متاثر کرنے والے بعض امور خیر میں دیکھنے سننے کو ملتا ہے کہ عورتیں مردوں پر سبقت لے گئی ہیں۔

اسلام اور تصوف کے گہرے رشتہ کی معلومات کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تصوف کے ساتھ خواتین اسلام رشتہ اتنا ہی پرانا اور اتنا ہی گہرا ہے جتنا کہ تصوف اور اسلام کا رشتہ قدیم وعمیق ہے۔ اسلامی تصوف کی تاریخ میں خواتین اسلام کا کردار اور رول بڑا تاریخی اور اہم ہے جس کو پڑھ کر اور سن کر چہروں پر مسرت و شادمانی کی لکیریں کھینچ جاتی ہیں جبکہ دور حاضر کی عریانیت وفحاشی کو دیکھ کر حسرت وافسوس بھی ہوتا ہے۔

ازواج مطہرات، صحابیات طیبات، تابعیات، وتبع تابعیات ودیگر خیر القرون کی اسلامی شہزادیوں کی حیات طیبہ کا ایک ایک پہلو اسلامی تصوف سے لبریز نظر آتا ہے، جیسے حضرت آمنہ، حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت میمونہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت ام سلیم، حضرت ام سلمہ، حضرت صفیہ، حضرت سمیہ، حضرت اسماء بنت ابوبکر، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ، حضرت ام ایمن، حضرت خنساء، حضرت ام حارثہ، حضرت ام خلاد، حضرت ربیع بنت معوذ، حضرت فاطمہ ام الخیر، حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن وغیرہم ہیں۔ عالم اسلام کی ان مقدس خواتین نے اپنی تعلیمات اور طرز عمل سے تصوف کی دنیا میں ایک فکر اور جوش پیدا کیا، نئی راہیں نکالیں، اور آنے والی خواتین کے لیے ایک روشن راستہ بنا گئیں اور بے لوث محبت کے ایسے چراغ روشن کر گئیں جس سے ساری دنیائے تصوف نہ صرف متاثر ہوئی بلکہ متعارف ہوئی۔

بطور نمونہ ومثال حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کی متصوفانہ زندگی کی ایک جھلک کو ملاحظہ کریں:

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالی عنہا کے تصوف کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ آپ کے تصوف کے غلبہ کی وجہ سے اکثر روتی رہتیں، لوگوں نے پوچھا کہ آپ آخر اس قدر کیوں روتی ہیں؟ فرمایا کہ اس کی جدائی سے ڈرتی ہوں، اس لیے کہ اس کی خوگر ہوگئی ہوں، ڈرتی ہوں کہ کہیں موت کے وقت ندا نہ آئے کہ تو ہماری بارگاہ کے لائق نہیں۔ لہذا دنیا کا خیال آپ کے دل کے کسی کونے میں بھی نہیں تھا، یہ وجہ ہے کہ آپ نے عمر بھر شادی نہ کی، آپ کو کئی لوگوں نے شادی کی پیش کی لیکن آپ نے شادی کی ان سب پیش کشوں کو صرف اس لیے لوٹا دیا کہ آپ حسب سابق برابر اللہ تعالیٰ کی عبادت جاری رکھ سکیں، اور اس میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہ آجائے۔ (حضرت رابعہ بصریہ، صفحہ ۹۴)

تقریباً سبھی تذکروں میں ہے آپ رات دن میں ایک ہزار رکعات نماز ادا کرتیں، اور اس شوق و ذوق سے عبادت کرتیں کہ آپ کے نزدیک دن رات اور موسموں کا امتیاز ختم ہو گیا، یہیں سے آپ کے جذب و سلوک کا سفر شروع ہوا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہے تو ان میں آپ کے لیے عقیدت واحترام کا جذبہ پیدا ہو گیا، تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے زہد و تقویٰ کا چرچا دور دور تک پھیل گیا، اور لوگ پند و نصیحت حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس آنے لگے، آپ کا دل خدائی تجلیوں کا آئینہ بن چکا تھا۔ (ایضًا)

اسلامی تصوف سے جڑنے کے بعد ان مقدس خواتین کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی نظریات واحکام کے مطابق کامیاب زندگی گزار کر اپنے رب کو راضی کر لیا، دنیا سے نفرت کر کے، امور خیر میں رغبت کر کے امور شر سے اپنے آپ کو بچا کر تزکیۂ نفس کر کے ہر گناہ سے بچتی رہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتی رہیں اور اپنے اس رب کی رضا کی وجہ سے دنیا کو راضی کر لیں۔

دور حاضر میں اگر صحیح معنوں میں خواتین اسلام خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں، خوف خدا، حب رسول سے سرشار ہو کر ظاہری و باطنی طور پر اپنے آپ کو تیار کر لیں تو ایک نیا انقلاب آئے گا، کہ خدا ترسی کا دور ہو گا، بے خوفی، ہوس پرستی، نفس پرستی کا خاتمہ ہو گا، تزکیۂ نفس ہو گا، بے ایمانی و بے عملی کا خاتمہ ہو گا، اپنے ان بنیادی وامتیازی کردار و عمل سے دوسروں کو متاثر کریں گی، اپنے عمدہ خصائل کی وجہ سے اشاعت اسلام میں حصہ لے پائیں گی، کیوں کہ بسا اوقات کسی نظریے کی سچائی بھی اتنا متاثر نہیں کر پاتی جتنا کہ کردار کی صداقت متاثر کرتی ہے۔

دور حاضر میں خواتین اسلام کے لیے تصوف ضروری:

آج کا یہ حساس و نازک دور جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں وہ اس قدر تباہ کن و خطرناک ہے کہ ہر طرف ماں، بہن، بہو اور بیٹیوں کی عصمت و عفت کے دامن تار تار ہو رہے ہیں، بے شمار خرافات اور لغویات میں خواتین یا تو داخل کی جا رہی ہیں یا ان خرافات کو مغربی تہذیب اتنا خوبصورت بنا کر پیش کر رہی ہے کہ خواتین اسلامی تعلیمات کو بھول کر خوشی کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، حرص و لالچ، طمع و حسد، نفرت و عداوت، بغض و عناد جیسے مہلک اسباب نے تمام مسلمانوں کو بالخصوص عورتوں کو اس طرح جکڑ لیا ہے کہ عریانی، فحاشی، عیاری، بے حیائی، مکاری، بے شرمی، بیہودگی، بے حسی، بے عزتی، بے غیرتی، بد دیانتی، بدعنوانی، دھوکے بازی، غداری، چوری، گندے خیالات، گندی حرکتیں ان کا شیوۂ کار بن چکا ہے اور ان کے نتیجے میں زبوں حالی، پریشانی، پسماندگی، ناداری، مفلسی، بے کاری، بے چارگی، اور بے روزگاری حصہ میں آ رہی ہے، جب کہ تصوف انسانیت، اخلاص و خلوص، خوش اخلاقی، خوش بختی، خوش مزاجی، خوش نیتی، پرہیزگاری، پارسائی، سچائی، دیانت داری، پاک دامنی، ہمدردی، شرافت، صداقت، امانت، شفقت، محبت، اتفاق واتحاد کی طرف دعوت دے رہا ہے، دونوں حالات کو پیش نظر رکھنے

کے بعد آپ بھی کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اچھے ماحول، اچھا معاشرہ، اچھی زندگی اور اچھی تربیت کے لیے تصوف کی تعلیمات حاصل کرنا اور ان پر قائم رہنا ضروری ہے۔

دائرۂ کار و طریقۂ کار: علم تصوف سے دور ہونے سے ہماری اسلامی ماؤں اور بہنوں کا جو نقصان ہوا وہ یقیناً ہماری سوچ سے کہیں زیادہ ہے، اب اس کی بھرپائی کرنا ناممکن ہے لیکن موجودہ خواتین میں علم تصوف کی خوشبوؤں کو پھیلانا ہوگا، اور اس کے لیے لائحۂ عمل و تدابیر اختیار کرنا ہوگا، خواتین کے اندر علم تصوف کے لیے تحریری، تقریری، تبلیغی، مشاورتی، بیداری لانا ہوگا اور اس کے لیے جد وجہد کرنا ہوگا، اپنے پیشواؤں سے رہنمائی لے کر حل نکالنا ہوگا، اور اس کے لیے کوشش کرنا ہوگا ورنہ موجودہ حالات سے بھی بھیانک حالات بن جائیں گے اور اس سے نمٹنے میں کافی دشواریاں آئیں گی۔

موجودہ حالات جب اتنے خوف ناک ہیں کہ خواتین میں نہ خوف ہے، نہ خشیت، نہ نیکی کی طرف رغبت ہے، نہ ہی عبادت میں دلچسپی، ہر عورت دنیا اور دنیاداری میں مست ہے، ہر کوئی اپنی حالت پر اترا رہی ہے، خوشیوں میں جھوم رہی ہے، نہ فکر موت ہے نہ عذاب قبر کا ڈر، نہ عذاب الٰہی کا ڈر، نہ عذاب الٰہی کی یاد ہے، نہ ہی محشر کے میدان کی شرمندگی، ہر قدم گناہوں اور برائیوں کی طرف تیز گامی کے ساتھ رواں دواں ہے اللہ اکبر! خالق حقیقی سے رشتہ کتنا کمزور ہو گیا ہے؟ اس کمزور رشتہ کے ساتھ فلاح و بہبودگی کی امید کیسے وابستہ کی جا سکتی ہے؟ اس موجودہ حالات کے بعد مستقبل کا تصور کریں؟ تصور سے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اب بھی وقت ہے سنبھلنے کا، سنورنے کا، سدھارنے کا، اور اس کے لیے یہ نعرہ لگانا ہوگا۔ مجھے اپنی اور ساری دنیا کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ اور اس پر عمل بھی کرنا ہوگا۔ مفکرین، محققین اور اہل تصوف حضرات اس سلسلے میں اپنی اپنی رائے پیش کر رہے ہیں اور اس کے لیے لائحۂ عمل اور طریقۂ عمل پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ لیکن ذیل میں خواتین اسلام کی عوامی سطحی ذہن کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی رائے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، ضروری نہیں کہ میری رائے سے سبھی متفق ہوں، لیکن اندازہ ہے کہ اگر ان چیزوں پر عمل کر لیا جائے تو کلی طور پر مثبت نتائج ضرور بر آمد ہوں گے۔

☆ سب سے پہلے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ازواج مطہرات، صحابہ وصحابیات، بنات رسول، تابعیات اور دیگر اسلاف خواتین اسلام کی سیرت کا بنظر غائر مطالعہ کرنا ہوگا۔

☆ اپنی بداعمالیوں و اور گناہوں کا محاسبہ کرنا ہوگا۔

☆ مدارس اور اسکولوں میں تصوف کی تعلیم وتربیت کا مناسب انتظام اور اس کی حصول یابی کے لیے ہر کوشش کرنی ہوگی۔

☆ مدارس اور اسکولوں کی طالبات کی ذہنیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آسان نصاب تعلیم تیار کرنا ہوگا، ابتدائی جماعت سے ہی چھوٹے چھوٹے سبق آموز کلمات اور جملوں کے ذریعہ پر اثر اہل تصوف شخصیات کے جملوں اور فیض صحبت کے اثر سے سکھانا ہوگا۔

☆ ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ روحانی تصوف کی محفلوں کا انعقاد واہتمام کرنا ہوگا۔

☆ ان کے علاوہ اگر خواتین اسلام اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے گھروں میں تبدیلی لائیں، اپنی زندگی میں اخلاص، امانت و دیانت داری، خیر خواہی، غم خواری، غمگساری، شفقت، محبت، مروت، احسان، صبر، تحمل، حسن سلوک، ادب وتہذیب، شوہر کی خدمت و اطاعت جیسے عمدہ محاسن اوصاف کو اپنے اندر لانے اور اس پر تاحیات عمل پیرا رہنے کی نیت کر لیں۔ دوسری طرف ریاکاری، بے جا حرص، غرور، حسد، تکبر، کینہ، بے حیائی، غفلت، محبت دنیا وغیرہ جیسی مہلک وخطرناک بیماریوں سے اپنے آپ کو بچائیں، اور اس پر سختی سے عمل پیرا رہیں۔

تمام خواتین ملت اسلامیہ کے لیے میرا یہ پیغام ہے کہ خوف خدا رکھیں، ذکر خدا کریں، اپنے نفس کا محاسبہ کر کے زندگی کامیاب بنائیں اور دوسروں کے لیے نمونۂ عمل بن جائیں۔ ■■■

فکرونظر

رمضان المبارک میں مسلمان کیا کریں

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکرو بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: **مبارک حسین مصباحی**

* مارچ 2025 کا عنوان — اسلام دشمن طاقتوں کی سازشیں اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
* اپریل 2025 کا عنوان — معاشی مسائل اور ان کے اسلامی حل

رمضان المبارک اور ہماری ذمہ داریاں

از: **مفتی محمد ساجد رضا مصباحی**

اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اسلامی قوانین کا انسانی فطرت سے گہرا ربط ہے، اسلام کا کوئی بھی قانون انسانی فطرت سے متصادم نہیں ہے، اسلام نے انسانوں کو عبادات کا جو حسین گل دستہ عطا فرمایا ہے اس میں کہیں بھی فطرت انسانی کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسلامی عبادات جہاں مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں اظہارِ عبودیت کے مظاہر ہیں، وہیں انسانوں کے فطری جذبات کی تسکین کے ذرائع بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اندر مختلف قسم کے احساسات، جذبات اور کیفیات پیدا کیے ہیں۔ ڈر خوف، رحم، غیض وغضب، برہمی، خودرفتگی، عشق، محبت، دیوانگی یہ سارے اوصاف انسانی فطرت کا حصہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی کے ان مظاہر کو اسلامی عبادات میں کس طرح سمو دیا ہے، ذرا ملاحظہ فرمائیں، نماز انسان کے خوف اور عاجزی وانکساری کو ظاہر کرتی ہے، زکات وصدقات انسان کے جذبۂ رحم وکرم کا عکاس ہے، جہاد سے غصہ، برہمی اور غیض و غضب کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح روزہ اللہ تعالیٰ سے حد درجہ محبت اور عشق و وارفتگی کا مظہر ہے۔ گویا روزہ انسانی فطرت کی تسکین کے ساتھ ایک محبِ صادق کا اپنے محبوب کی بارگاہ میں ایک خاموش نذرانہ بھی ہے، روزہ دار کو نہ تو کسی کی تعریف وتوصیف کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی کسی سے جزا کی طلب، روزہ دار کی بس اتنی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا رَب اس کے اس خالص نذرانے کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔

روزہ کا ایک اہم پیغام:

روزہ جہاں حکمِ خداوندی کی تعمیل کے لیے بھوک پیاس کی شدت برداشت کرنے کا نام ہے وہیں روزہ سے ہمیں کئی طرح کے پیغامات بھی ملتے ہیں۔ اسلامی معاشرے کا توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا جامع نظام قائم کیا ہے جو ہر جہت سے مکمل اور بے مثال ہے، ہمارے معاشرے کا ایک طبقہ وہ ہے جو مکمل طور پر خوش حال ہے، دولت کی ریل

پیل ہے، عیش وعشرت کے سارے سامان مہیا ہیں، دوسرا طبقہ وہ ہے جو غربت وافلاس کا مارا ہے، اسے دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دوسرے طبقے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے صدقات وزکات کا نظام قائم کیا ہے، لیکن عیش و آرام میں زندگی بسر کرنے والوں کو ان مفلسوں کے کرب واضطراب کا اندازہ کہاں ہو تا ہے ، وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے لاکھوں خرچ کرتے ہیں لیکن سماج کے غربت زدہ افراد کے لیے ان کا جیب تنگ ہو جاتا ہے، اسلام نے بندوں کے اندر دوسرے انسانوں کی بھوک پیاس کی شدت کا احساس پیدا کرنے کے لیے روزے فرض کیے تاکہ ایک مہینے تک بھوک پیاس کی صعوبتوں کو برداشت کرنے والا مسلمان ان لاچار اور مجبور انسانوں کی کلفتوں کا اندازہ لگا سکے جو پورے سال اس مصیبت کا سامنا کرتے ہیں۔ گویا روزہ ہمیں درس دیتا ہے کہ سماج کے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی امداد وتعاون کے لیے ہمیں آگے آنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال دولت کا ایک حصہ اس کے نادار بندوں پر خرچ کر کے ان کی بھی شکم سیری کا انتظام کرنا چاہیے۔ ہم خود تو شکم سیر ہوں اور ہمارا پڑوسی نانِ شبینہ کو ترسے یہ ہمارے لیے بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔

رمضان المبارک اور ہماری ذمے داریاں:

رمضان المبارک خیر وبرکت کی بہاروں کا موسم ہو تا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں ایسی برکتیں رکھی ہیں کہ انسانوں کا دل خود ہی نیکیوں کی طرف مائل ہو تا ہے، سال بھر ویران نظر آنے والی مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں، سحری اور افطاری کی بہاریں دلوں میں ایک عجیب کیف وسرور کا سماں پیدا کرتی ہیں، چہار سو رحمت ومغفرت کا فیضان ہر بندۂ مومن محسوس کرتا ہے، لیکن اس موسم رحمت میں بھی ہمارے معاشرے کے کچھ محروم القسمۃ لوگ دنیا میں اس طرح مگن نظر آتے ہیں کہ ان کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا، انھیں نہ توروزوں کا خیال ہو تا ہے اور نہ ہی عبادات کی فکر، اس وبا میں اکثر وہ لوگ گرفتار ہیں جن کے یہاں مال دولت کی افراط ہے، ایسے لوگ دولت کے نشے میں اپنے رب کے حکم کو یکسر فراموش کر کے اپنی عاقبت برباد کرنے پر تلے ہوتے ہیں۔ بازاروں میں مسلم ہوٹل دن میں بھی کھلے رہتے ہیں اور ان پر پردہ ڈال کر رمضان المبارک کا مزید مذاق اڑایا جاتا ہے، بے غیرت مسلمان بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے ہوٹلوں سے شکم سیر ہو کر نکلتے ہیں۔ غیر مسلم مسلمانوں کی اس بے غیرتی پر کس قدر خوش ہوتے ہوں گے، کہنے کی بات نہیں۔ خدارا یاد رکھیں !دنیا چند روزہ ہے، آخرت کی زندگی کی ہمیشہ کی زندگی ہے، اخروی زندگی کو فراموش کر کے روزوں سے صرف نظر کر لینا ہماری تباہی کا ذریعہ ہے۔ علمائے کرام اور سماج کے باثر اسلامی بھائیوں کی ذمے داری ہے کہ رمضان کے دنوں میں کھلے عام کھانے پینے والے اور بر سرعام رمضان کی بے حرمتی کرنے والے مسلمانوں کو محبت سے سمجھائیں اور انھیں غیر شرعی اعمال سے باز رہنے کی تلقین کریں، پھر بھی باز نہ آئیں تو ایسے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کر کے ان کا دائرہ حیات تنگ کر دیں۔ رمضان المبارک میں ہوٹلوں میں پردہ ڈال کر پناہ گاہ فراہم کرنے والے مسلم ہوٹل والوں کو بھی تنبیہ کریں اور بتائیں کہ ان کے اس عمل سے نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے بلکہ اس سے مسلمانوں کی بدنامی بھی ہوتی ہے۔ رزاق اللہ تعالیٰ ہے وہی اپنے بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔

رمضان المبارک میں کرنے کے کچھ کام:

رمضان المبارک میں اعمال خیر کا ثواب کئی گناہ ہو جاتا ہے ، متعدّد احادیث کریمہ میں اس کا ذکر موجو ہے، اس لیے ہمیں اس موسم خیر میں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ جن لوگوں پر زکات فرض ہے ان کے لیے ہر حال میں زکات کی ادائیگی لازم ہے، رمضان المبارک اس کا بہتر وقت ہے ، زکات تو ادا ہو گی ہی، کئی گنا ثواب کے بھی مستحق ہو جائیں

گے۔ رمضان المبارک میں کثرت سے صدقۂ نافلہ ادا کر کے رمضان کے فیوض و برکات کو اپنے دامن میں سمیٹنا چاہیے، رمضان المبارک کو غم گساری اور ہمدردی کا مہینہ کہا جاتا ہے، اس مبارک مہینے میں ہمیں اپنے پڑوسیوں اور قریبی مستحقین کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے، رمضان المبارک میں اکثر مساجد میں ختم تراویح کا اہتمام ہوتا ہے، بعض مساجد میں سورہ تراویح پڑھی جاتی ہے، دیکھا یہ جاتا ہے کہ چند دنوں تک مسجدیں بھری رہتی ہیں اور دھیرے دھیرے نمازیوں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے، گویا یہ نمازی اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے نہیں بلکہ اپنی طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے مسجد آتے ہیں اور جب چند دنوں کے بعد طبیعت پر تراویح کی مشقت گراں گزرنے لگتی ہے تو مسجد آنا بند کر دیتے ہیں، اب نہ تو پنج گانہ نماز کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی تراویح میں شرکت کا خیال، یقیناً یہ ہمارے لیے بڑی محرومی کی بات ہے۔ تلاوت قرآن ہر موسم میں بڑی برکتوں اور سعادتوں کا باعث ہے، لیکن ہمارا معاشرہ تلاوت قرآن اور قرآن فہمی سے دور ہوتا جا رہا ہے، رمضان المبارک کے سعید لمحات میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت اور مضامین قرآن کو سمجھنے کی کوشش ہمارے لیے اخروی سعادتوں کا باعث ہوگا۔

رمضان میں سخاوت سے کام لیں:

رمضان المبارک خیر و برکت کا موسم ہے، اس مبارک مہینے میں اپنے اہل و عیال، پڑوسیوں اور فقرا و مساکین پر خوب دل کھول کر خرچ کرنا چاہیے اور سخاوت و فیاضی سے کام لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اپنے بال بچوں کے لیے بہتر سے بہتر کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام کرنا چاہیے، والدین با حیات ہوں تو ان کے پسند کا کھانا تیار کرانا چاہیے، غرض کہ وسعت کے مطابق بغیر کنجوسی کے خرچ کرنا چاہیے، اس سخاوت کے بدلے اللہ جل شانہ رزق میں وسعت عطا فرمائے گا۔

حدیثِ پاک میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ تھے اور آپ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملتے، جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اجود ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان)

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ماہِ رمضان آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔ (شعب الایمان، 3113/، حدیث: 3629)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہر سائل کو عطا فرماتے کے تحت لکھتے ہیں:

یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں، داتا ہیں، مگر ماہِ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا۔ (مراۃ المناجیح، 142/3)

رمضان اور تلاوت قرآن:

رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے، شب قدر اور اعتکاف کا مقصد بھی نزول قرآن کی مبارک شب کو پانا ہے، عید الفطر اسی نزول قرآن کا جشن عام ہے، پس یہ مہینہ قدم قدم پر ہمیں قرآن مجید سے مربوط کرتا ہے اور قرآن سے وابستگی کا درس دیتا ہے، دیگر مہینوں میں بھی قرآن کی تلاوت بے شمار فضائل و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے، لیکن رمضان المبارک اس کے لیے سب سے بہتر وقت ہے۔ رمضان المبارک میں نہ صرف یہ کہ تلاوت کا التزام کریں بلکہ عام مسلمان قرآن مقدس کا ترجمہ و تفسیر بھی پڑھنے کی کوشش کریں، علمائے کرام کوئی وقت خاص کر کے نمازیوں کو قرآن کریم کی خاص سورتوں کے درس کا اہتمام کریں، فضائل قرآن بیان کریں، عام مسلمانوں کو قرآن سے قریب کرنے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ قرآن محض ایصال

ثواب اور مردوں کے لیے بخشش و مغفرت کی کتاب نہیں، بلکہ یہ کتاب ہدایت ہے، اپنوں کے لیے بھی غیروں کے لیے بھی، اس لیے ہمیں چاہیے کہ قرآن کا پیغام غیروں تک پہنچانے کی سبیل بھی پیدا کریں۔

رمضان اور تربیت اولاد:

رمضان المبارک مسلمانوں کے لیے ایک اہم اور خاص مہینہ ہوتا ہے، اس مہینے میں کئی اہم عبادات انجام دی جاتی ہیں، سحر وافطار کا اہتمام ہوتا ہے، تراویح کی نماز میں جوش وخروش کے ساتھ شرکت ہوتی ہے، قرآن کریم کی تلاوت کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے، اس موقع پر گھر کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی اسلامی تربیت کے بہت سارے مواقع میسر ہوتے ہیں، ان کے دلوں میں اسلامی شعائر کی عظمتوں کو جاگزیں کرنے کا یہ سنہرا موقع ہوتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں ہمیں چاہیے کہ افطاری کے وقت گھر کے بچوں کو اپنے ساتھ بٹھائیں، انھیں افطاری کی دعا یاد کرائیں، افطاری کے آداب بتائیں، افطاری سے قبل دعا کے وقت انہیں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کے لیے کہیں، انہیں بتائیں کہ افطاری میں یہ قسم قسم کے میوے اور ماکولات و مشروبات اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں جو روزہ دار کو بطور انعام عطا ہوئے ہیں۔ اسی طرح کوشش کریں کہ گھر کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی گاہے گاہے سحری کے وقت بیدار ہو کر سحری کی برکتوں سے شادکام ہوں، سحری کے وقت بچوں کا جاگنا اور انھیں جگانا ایک دشوار امر تو ہے لیکن اگر انہیں جگانے کی عادت ڈال دی جائے تو یہ اس کی تربیت میں معاون ہوگا۔ اپنے گھر کے بچوں کو سحری کی فضیلت اور اس کی برکتوں سے آگاہ کریں اور اس حوالے سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سے بھی آشنا کریں۔ پنج گانہ نمازوں میں انھیں بھی شامل رکھیں، مسجد جانے کے قابل ہوں تو اپنے ساتھ مسجد بھی لے جائیں، تراویح میں شرکت کے لائق ہوں تو اس کی بھی عادت ڈلوائیں۔ اپنے گھر کے بچوں اور بچیوں کے ہاتھوں اپنے پڑوسیوں کو افطاری بھجوائیں اور انھیں بتائیں کہ یہ صلہ رحمی کا مہینہ ہے، اس مہینے میں خاص طور سے غریبوں اور مجبوروں کا خیال رکھا جاتا ہے، اس مہینے میں اپنے دوست احباب کے یہاں بھی افطاری بھیجی جاتی ہے، مسجد کے امام اور موذن کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے، دروازے پر آنے والے سائل کو واپس نہیں لوٹایا جاتا ہے۔ جب ہمارے بچے ابتدا ہی سے اسلامی تہذیب کے رنگ میں رنگ جائیں گے تو جوانی میں وہ مغربی تہذیب کے دل دادہ ہو کر اسلامی تہذیب کو فراموش نہیں کریں گے۔ لہذا رمضان المبارک بچوں کی تربیت کا اہم موقع ہوا کرتا ہے، اس موقع سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔

افطار پارٹیوں میں غریبوں کو بھی شریک کریں:

ہمارے یہاں افطار پارٹیاں بہت ہوتی ہیں، لیکن وہ بھی اب ریاکاری، دنیاداری اور سیاست کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں، افطار پارٹیوں میں عموماً غریبوں اور ناداروں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو صاحب حیثیت اور مال دار ہوتے ہیں، طرفہ یہ کہ ایسی پارٹیوں میں بے روزہ دار اور غیر مسلموں کو بھی شریک ہوتے دیکھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ روزے داروں کو افطار کرانا بڑے ثواب کا کام ہے، احادیث طیبہ میں اس کی بڑی فضیلتیں وارد ہیں، لیکن اجر کے حصول کے لیے نیتوں میں اخلاص ضروری ہے، ثواب کے حصول کی نیت کے بجائے اگر دنیاوی مطالب کا حصول مقصود ہو اور دکھاوے کے لیے افطار پارٹیوں کا اہتمام کیا جائے تو یقینا بجائے اجر وثواب کے یہ گناہوں کا باعث ہوگا۔ عام طور پر افطار پارٹیوں میں سماج کے معزز لوگوں اور اپنے خاص رشتے داروں کو دعوت پیش کی جاتی ہے اور سماج کے غریب ونادار افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے، جب کہ ایسی دعوتوں کے سب سے زیادہ مستحق یہی افراد ہیں۔ ہماری یہ روش انتہائی افسوس

ناک ہے ۔ ہمیں چاہیے کہ سماج کے غریب اور نادار افراد کو خصوصی طور پر افطاری کی دعوت میں شامل کریں اور انھیں پورے اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھائیں، ہماری جانب سے کوئی ایسا برتاؤ نہ ہو کہ انہیں اپنی غربت اور امتیازی سلوک کا احساس ہو۔ اگر اس انداز میں ہم افطار کی دعوتوں کا اہتمام کریں تو ہمیں اجر وثواب بھی حاصل ہو گا اور ہم ریاکاری کے عذاب سے بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

سحری کے اعلان میں احتیاط کی ضرورت:

رمضان المبارک کا موسم بہاراں کیا آتا ہے کہ، رحمت وبرکت کے دروازے اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ فرما دیتا ہے، بوڑھے بچے اور جوان سبھی سحری وافطار کا لطف اٹھاتے ہیں، اس گہما گہمی میں ہم سے شعوری یا غیر شعوری طور کچھ ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں جن سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

ملک کے طول وعرض میں رمضان المبارک کے مہینے میں اسلامی بھائیوں کو بیدار کرنے کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہوتا ہے، مسلمانوں کو سحری کے لیے بیدار کرنا ایک مستحسن عمل ہے، لیکن ہماری بے توجہی کے سبب یہ عمل دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بنتا جا رہا ہے، مشاہدہ ہے کہ قریات وقصبات میں رات کے ایک ڈیڑھ بجے سے ہی تیز آواز میں لاؤڈ سپیکر آن کر دیا جاتا ہے اور فجر کی اذان تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہندوستان مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا ملک ہے، تقریباً ہر آبادی میں کچھ گھر غیر مسلموں کے ضرور ہوتے ہیں، ظاہر ہے ایسے میں ایک مہینے تک مسلسل دو بجے سے صبح تک کا ہنگامہ ان کے لیے تکلیف دہ اور نیند میں خلل کا باعث ہو گا۔ ایسے میں ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے غیر ضروری عمل کے ذریعہ برادران وطن کو تکلیف پہنچانے سے گریز کریں اور اپنے عمل وکردار سے انہیں یہ باور کرائیں کہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے، اسلام پڑوسیوں کے حقوق کا اس قدر لحاظ کرتا ہے کہ ان کی نیند میں خلل ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا ہے۔

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ رمضان المبارک میں سحری کے لیے بیدار کرنے کے عمل خیر کو بند کر دیا جائے، منشا صرف یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال ضروری حد تک ہی کیا جائے، مسلسل دو تین گھنٹے تک ریکارڈنگ بجانے کی بجائے صرف اعلان پر اکتفا کیا جائے وہ بھی ضرورت پر، ورنہ آج حالات ماضی کے مقابلے میں بہت حد تک بدل چکے ہیں، مرغ کی بانگ سن کر سحری ختم کرنے کا زمانہ اب ختم ہو چکا ہے، آج ہر گھر میں ایسے آلات موجود ہیں جو سوتوں کو جگانے کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

—٭—٭—٭—٭—

رحمت مغفرت اور بخشش کا موسم

از: محمد عابد چشتی

کائنات رنگ وبو میں گزرتی ہوئی ہر آن اور زمانہ کی پوشاک پہن کر وجود میں آنے والا ہر لمحہ خداوند قدوس کی تخلیق کا نتیجہ ہے، جس نے اپنی بے پایاں حکمت سے گردش لیل ونہار کے بطن سے وقت اور ان ساعتوں کو خلعت وجود بخشا، جس کے درمیان انسانی حیات گردش کرتی ہوئی ان بے کراں فضاؤں میں پہنچ جاتی ہے جہاں سے اس کے سفر زندگی کی ابتدا ہوئی تھی۔ اسی وقت اور زمانے کی کچھ ساعتیں وہ ہیں جن کو اللہ رب العزت نے برکتوں اور سعادتوں سے ہم آمیز کر دیا ہے جو اپنے جلوں میں نجات

استاذ جامعہ صمدیہ، دار الخیر پھپھوند شریف abid.chishti@rediffmail.com

ومغفرت کی سوغات لیے ہماری زندگی میں دستک دیتی ہیں اور نور وبخشش کی خیرات بانٹ کر رخصت ہو جاتی ہیں۔ رمضان المبارک کا مکمل مہینہ اسلامی تقویم کی اسی ساعت میں سے ایک ہے جس کی جبین پر خداوند قدوس نے برکتوں اور رحمتوں کے رنگارنگ جھومر سجاکر اسے وقت اور زمانے کی دیگر اکائیوں کے درمیان وہ امتیازی شان عطا فرمائی ہے کہ مادیت اور دنیا کی سیاہ وادیوں میں بھٹکنے والے قافلے جب ان ساعتوں کے قریب پہنچتے ہیں تو رحمت و نور کی شبنمی کیفیت ان کے وجود کو بندگی کے احساس کے قریب لاکر خدا کی دہلیز پر جھکا دیتی ہے اور جنم جنم کی پیاسی روحیں آنکھوں کی منڈیروں پر اعتراف خطا کے دیپ جلاکر اپنے مالک کے دامن رحمت میں آکے مچلنے لگتی ہیں۔

اشتیاق نبوت: ماہ رمضان المبارک اہل ایمان کے درمیان جن برکات کو سجو کر لاتا ہے ان کو حاصل کرنا اور زیادہ سے زیادہ اپنے دامن میں سمیٹ لینا اخروی نجات اور کامیابیوں کی ضمانت ہے، یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان کی آمد کو لے کر خود پیغمبر اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی میں جو لگن اور اشتیاق ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے اس کے تناظر میں اس مبارک ماہ کی عظمتوں کا اندازہ بہت آسانی کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے ،چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہ دعا فرماتے:

اللهم بارك لنا في رجب وشعبان و بلغنا رمضان۔

ترجمہ: اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمارے لیے برکتیں نازل فرما اور ہمیں ماہ رمضان نصیب فرما۔ دعائے نبوت کے بین السطور سے ماہ رمضان کے تئیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق صاف صاف محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ماہ رمضان کے آنے سے دو ماہ پیشتر ہی سے دست نبوت رب کی بارگاہ میں دراز ہیں اور صرف یہ دعا مانگی جا رہی ہے کہ خالقا! محض دو ماہ اس برکت والے مہینے کے رہ گئے ہیں جس میں تیری رحمت کی طنابیں پوری کائنات میں تان دی جاتی ہیں اور رحمت و نور کے سورج اہل ایمان کے دلوں میں اجالے بکھیرتے ہیں الہی! ہماری سانسوں کے تسلسل کو بس اتنا دراز اور کر دینا کہ اس کے سہارے ہمارا وجود رمضان کریم کی ٹھنڈی چھاؤں تک پہنچ جائے۔

عرش پہ طرفہ دھوم دھام: ماہ رمضان کی گھڑیاں جس قدر قریب آتی ہیں اہل ایمان کے گھروں اور محلوں میں اس کی آمد کی خوشیاں در و دیوار سے جھلکنے لگتی ہیں، گھر سے لے کر مسجدوں تک کی رونقیں دو بالا ہو جاتی ہیں اور بچہ بچہ آمد رمضان کے خوشگوار تصور سے ہی جھوم جھوم اٹھتا ہے، مگر صرف ایسا نہیں ہے کہ روے زمین پر بسنے والے اہل ایمان ہی آمد رمضان کی خوشیوں کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ فرش گیتی سے زیادہ عالم بالا میں جس کی آمد کی دھوم مچتی ہے اور قدسیان فلک اپنے معصوم وجود کے ساتھ سراپا انتظار بن جاتے ہیں اور آمد رمضان کے استقبال میں خدائی اہتمام کے دل فریب مناظر عالم بالا میں دھوم مچا دیتے ہیں، احادیث کی روشنی میں یہ دل فریب مناظر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

جنت کی تزئین: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسانی فکر اور قوت خیال نے جمالیاتی پہلوؤں کی جس قدر دریافت کی ہے جنت کا حسن و جمال ان تمام تصورات کی حدوں سے ماورا ہے قرآن کریم کی متعدّد آیات جس کی شاہد ہیں، مگر اس کے باوجود جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کو خطاب الہی پہنچتا ہے:

استعدي و تزيني لعبادي اوشك ان يستريحوا من تعب الدنيا الى داري و كرامتي

ترجمہ: میرے بندوں کی عزت افزائی کے لیے خود کو سنوار کر تیار رکھو بہت جلد وہ دنیا کی مشقتوں کو خیر آباد کہ کر میرے گھر اور عزت کے سائے میں آرام کے لیے آنے والے ہیں۔

جب کہ دوسری حدیث پاک میں ہے کہ استقبال رمضان کے لیے جنت کی تزئین کا اہتمام پورے سال جاری رہتا

ہے چنانچہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:
استقبال رمضان کے لیے جنت کو پورے سال پردوں اور دیگر سامان تزئین سے سجایا جاتا ہے پھر جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جسے مثیرہ کہتے ہیں جو جنت کے درختوں کے پتوں اور دروازوں کے حلقوں کو اس طرح حرکت دیتی ہے کہ اس سے ایک نغمگی پھوٹتی ہے کہ اس سے بہتر آواز کسی نے نہیں سنی ہوتی ہے ،اس نغمگی آواز کو سن کر جنت کی حوریں بالا خانوں میں آکر کھڑی ہو جاتی ہیں........ پھر رضوان جنت سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے ؟رضوان جنت بار بار جواب دیتے ہیں کہ یہ رمضان کی پہلی رات ہے جس میں امت محمد یہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں روزہ رکھنے والوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔

شیاطین کی قید: شیطان حضرت آدم اور اولاد آدم کا ابدی دشمن ہے جس کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ اولاد آدم کو اللہ کی رحمتوں سے دور کرکے اسے ہر خیر سے محروم کردیا جائے اور جہنم کے راستے پر ڈال کر ابدی سعادتوں سے ناآشنا کردیا جائے۔ شیطان انسانی وجود کے رگ وپے میں خون کی طرح دوڑ تا ہے اور ہمہ وقت انسان کو شرو فساد اور خدا کی نافرمانی کی طرف بلاتا ہے جس کے دام تزویر میں آکر بندگان خدا کی بڑی تعداد اپنے مالک حقیقی کے فرامین سے روگردانی کر کے شیطان کی راہ پر چل دیتی ہے اور یوں خود کو رحمت خداوندی سے دور کر لیتی ہے۔ پورے سال شیطان اپنے فسادی لشکر کے ساتھ انسانی وجود کے ہمراہ لگا رہتا ہے مگر اللہ کے فضل و کرم سے جب رمضان کریم کا مہینہ آتا ہے جو خیرات و حسنات کے موسم بہاراں کا مہینہ ہے تو خداوند قدوس کی جانب سے شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے تاکہ اہل ایمان بغیر کسی خارجی رکاوٹ کے زیادہ سے زیادہ سعادتوں کو اپنے نامہ اعمال میں درج کرا سکیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ رمضان کا مہینہ آتے ہی فرمان خداوندی ہوتا ہے:

یا جبرئیل ! اهبط الیٰ الارض فاصفد مردة الشیاطین و غلهم بالاغلال ثم اقذفهم فی البحار حتیٰ لا یفسدوا علیٰ امة محمد حبیبی صلی الله علیه و سلم صیامهم.

ترجمہ: اے جبرائیل زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرلو اور انہیں بیڑیوں میں جکڑکر سمندروں میں پھینک دو تاکہ یہ میرے محبوب کی امت کے روزوں میں فساد پیدا نہ کرسکے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں: رمضان کے مہینے میں جنت کے دروازے کھول دینے، جہنم کے دروازے بند کر دینے اور شیاطین کو اہل ایمان کی آبادیوں سے دور سمندروں میں قید کر دینے کے بعد رحمت خداوندی تمام تر شان کریمی و غفاری کے ساتھ جلوہ افروز ہو کر کچھ اس انداز دلربائی سے بندوں کی جانب متوجہ ہوتی ہے کہ ایک منادی رمضان مبارک کی ہر رات اللہ کی جانب سے یہ صدائے دل نواز لگاتا ہے:

”هل من سائل فاعطیه سؤلهٗ ، هل من تائب فاتوب علیه، هل من مستغفر فاغفر لهٗ.“

ترجمہ: ہے کوئی طلبگار کہ اسے عطا کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ کی قبولیت کے لیے باب اجابت کھول دوں ؟ ہے کوئی طالب مغفرت کے اس کے دامن میں مغفرت کے گوہر ڈال دیے جائیں۔

ایک طرف رمضان المبارک کی ہر شب عرش کی بلندیوں پر یہ کیف آگیں اعلان کا تسلسل جاری رہتا ہے اور دوسری طرف خود رحمت خداوندی آگے بڑھ کر رمضان کی شبوں میں گنہگاروں کو یہ سوغات بانٹنے لگ جاتی ہے کہ:

و لله عز و جل فی کل یوم من شهر رمضان عند الافطار الف الف عتیق من النار کلهم قد استوجبوا النار ، فاذا کان آخر یوم من شهر رمضان اعتق الله فی ذٰلك الیوم بقدر ما اعتق من

اول الشھر الیٰ آخرہ

ترجمہ: ماہ رمضان میں ہر دن اللہ رب العزت افطار کے وقت ایسے ایک ایک ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو جتنا پہلے دن سے لے کر آخری دن تک آزاد فرمایا ہے ان سب کے برابر آخری دن آزاد فرماتا ہے۔

بلا شبہ خدا کی رحمت و کرم اور اس کی بندہ نوازیاں بے کراں ہیں وہ ایسا کریم ہے کہ جب عطاؤں پر آتا ہے تو ابلیس بھی کشکول تمنا لیے مانگنے والوں کی قطار میں کھڑا ہو جاتا ہے۔

کرم بالائے کرم: مندرجہ بالا احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ رمضان کے مہینے میں اللہ رب العزت کی طرف سے رحم و کرم اور مغفرت و عطا کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کی بخشش و نوال کے دریا میں وہ جوش آتا ہے کہ بڑے بڑے گنہگاروں کو جس کی لہریں اپنی آغوش میں لے کر ان کی قسمت سے شقاوتوں کے داغ کو دھو کر وہاں سعادتوں کا غازہ لگا دیتی ہیں اور جنت کی مشکبار فضا ان کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے جبکہ خود بندوں کو اس عطائے خسروانہ کا شعور تک نہیں ہوتا۔ اب اگر اسی عطاؤں اور کرم کی موسلا دھار بارش میں ایک بندہ خود بھی اپنے دامن مراد کو بھرنے کے لیے خدا کی دہلیز پر کشکول آرزو لیے کھڑا ہو جائے، اس کی تحمید و ثنا کر کے رحمت خداوندی کا طلبگار ہو، رمضان کی راتوں کی پر سکون فضا کو اپنے سجود نیاز سے روشن کرے اور بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو دراز کر کے اس کی رحمت کو آواز دے تو پھر رحمت خداوندی اس حد تک نوازش پر آمادہ ہو جاتی ہے کہ بندے کے پورے وجود سے گناہوں کی آلائش مٹا کر اسے اس طرح صاف و ستھرا کر دیتی ہے جس طرح وہ پیدا ہوتے وقت ہر قسم کے گناہ سے پاک تھا چناں چہ حدیث پاک میں ہے:

ان اللہ فرض صیام فرض، و سننت لکم قیامہ، فمن صامہ و قامہ ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہٗ.

ترجمہ: بے شک اللہ نے رمضان کے روزے فرض فرمائے اور میں نے رمضان کی راتوں کا قیام مشروع فرمایا تو جو بندہ ایمان اور امید اجر کے ساتھ روزہ رکھے اور رمضان کی راتوں میں قیام کرے وہ گناہوں سے اس طرح پاک کر دیا جاتا ہے جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

تو ہم تیرے ہیں: اہل ایمان کو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کی صورت میں اعمال خیر کا مکلف بنایا گیا جن کو اپنی خواہشات سے پرے ہو کر انجام دینے والوں کو خدا کی رضا اور ثواب کی سوغات کا پروانہ دیا جاتا ہے، ہر عمل پر ثواب ملتا ہے اور نیت اور اخلاص کی کسوٹی پر جس کی مقدار میں اضافہ در اضافہ کا عمل جاری رہتا ہے جو ایک عمل پر 700 گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے مگر ان اعمال کے بیچ روزے کا معاملہ اس حیثیت سے جداگانہ صورت اختیار کر لیتا ہے کہ ایک مومن جب خدا کے حکم پر سر جھکاتے ہوئے پیاس کے باوجود پانی کو ہاتھ نہیں لگاتا، بھوک کی شدت ہوتے ہوئے بھی ایک لقمہ نہیں چھوتا، اپنی بشری خواہشات پر حکم خداوندی کے پہرے بٹھا دیتا ہے تو پھر اللہ کو اپنے بندے کی یہ خود سپردگی اس قدر پسند آتی ہے کہ وہ روزے کے بدلے میں ثواب کے بجائے خود بندے کو مل جاتا ہے اور بندہ روزے کے ذریعے خدا کو پا لیتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایک بندہ اپنے خدا کو پا لے یہی اس کی بندگی کا نقطہ معراج ہے جس کے بعد دیگر آرزو کا تصور ہی ناپید ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

کل عمل ابن آدم لہ، الحسنۃ بعشر امثالھا الیٰ سبعمائۃ ضعف . قال اللہ : الا الصوم فھو لی و انا اجزی بہ، یدع الطعام من اجلی، و یدع الشراب من اجلی، و یدع لذتہ من اجلی، و یدع زوجتہ من اجلی، و لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح

المسك ، و اللصائم فرحة حين يفطر ، و فرحة حين يلقىٰ ربهٗ .

اولاد آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے ایک نیکی پر 10 گنا سے لے کر 700 گنا تک (مگر) رب کا فرمان ہے کہ: سوائے روزے کے، اس لیے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں، میرا بندہ میرے لیے کھانا چھوڑ دیتا ہے، میرے خاطر پینا چھوڑ دیتا ہے، میرے لیے خواہشات کو ترک کر دیتا ہے یہاں تک کہ میرے لیے اپنی شریک حیات تک سے دوری بنا لیتا ہے، بے شک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے اور ایک اس وقت جب وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے گا۔

شب انعام: ماہ رمضان شروع ہوتے ہی خدا کی جانب سے انوار و تجلیات کے شامیانے لگا دیے جاتے ہیں، مغفرت و عفو کی طنابیں کھینچ دی جاتی ہیں، کرم گستری کی پھہار برسنے لگتی ہے اور بندہ نوازی کی ٹھنڈی چھاؤں گناہوں سے جھلستی ہوئی انسانیت کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے، اس بے پایاں کرم پر بندگان خدا سراپا نیاز بن کر اپنے رب کے احسانات پر یوں شکر گزاری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ صبح سے شام تک بھوک و پیاس کی شدت کے باوجود خود کو کھانے پینے سے دور رکھتے ہیں، خواہشات کی چنگاریوں پر شرم وحیا کا پانی چھڑک دیتے ہیں، دن کے اجالوں میں وہ اپنے رب کے نازل کردہ کلام کی تلاوت کرتے ہیں اور رات کی سیاہ زلفوں کے سائے میں قیام اور سجدوں میں اپنی جبینیں جھکا کر اپنی بندگی کا اور خدا کی کبریائی کا اجتماعی اعتراف کرتے ہیں۔ ایک مہینے تک بندہ ہر لمحہ خدا کی رضا کی تلاش میں گزارتا ہے اور پھر وہ خدا ہی کی توفیق کے سہارے عشق و ایمان کے اس راہ سے گزر کر اس منزل تک پہنچتا ہے جب کریم و رحیم رب محض اپنے فضل سے انعام و اکرام کی نوید جاں فزا کے لیے معصوم فرشتوں کو عالم بالا سے فرش گیتی پر صرف اس لیے بھیجتا ہے کہ وہ اہل ایمان کی بستیوں میں اعلان کریں کہ خدا کی ان دیکھی قدرت پر ایمان رکھنے والوں میں جنہوں نے رمضان کا مہینہ خدا کے کھینچے ہوئے خطوط کے مطابق گزارا اب وہ اپنے انعام کے لیے باہر نکلیں اور عشق و وفا، اطاعت و فرمانبرداری اور اپنے خالق کے حضور گردنیں جھکا لینے کا انعام شاہانہ حاصل کریں حدیث پاک کے چلمن سے اس دلفریب منظر کو ملاحظہ کریں:

فاذا كانت ليلة الفطر سميت تلك الليلة ليلة الجائزة ، فاذا كانت غداة الفطر بعث الله عز و جل الملائكة فى كل بلاد فيهبطون الىٰ الارض فيقومون علىٰ افواه السكك فينادون بصوت يسمع من خلق الله عز و جل الا الجن و الانس، فيقولون يا امة محمد! اخرجوا الىٰ رب كريم يعطى الجزيل ، و يعفو عن العظيم ، فاذا برزوا الىٰ مصلاهم يقول الله عز و جل للملائكة : ما جزاء الاجير اذا عمل عمله؟ قال : فتقول الملائكة : الٰهنا و سيدنا جزاؤهٗ ان توفيه اجره ، قال فيقول: فانى اشهد كم يا ملائكتى انى قد جعلت ثوابهم من صيامهم شهر رمضان و قيامهم رضاى و مغفرتى.......انصرفوا مغفوارا لكم قد ارضيتمونى و رضيت عنكم فتفرح الملائكة و تستبشر بمايعطى الله عز و جل هٰذه الامة اذا افطروا من شهر رمضان .

ترجمہ: جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام "انعام کی رات" رکھا جاتا ہے اور عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کی جماعت کو اہل ایمان کی ہر بستی میں بھیجتا ہے ، ملائکہ اپنے نورانی وجود کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں اور ہر راہ گزر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر معصوم آواز میں پکار کر کہتے ہیں، جسے انس و جن کے علاوہ اللہ کی ہر مخلوق سنتی ہے، وہ کہتے ہیں: اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے امتیوں! اپنے

اس رب کی طرف نکلو جو کریم ہے، کثیر عطاؤں والا اور بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔ جب اہل ایمان عید گاہوں کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ رب العزت اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: بتاؤ! اس مزدور کی کیا جزا ہونی چاہیے جس نے اپنا کام مکمل کیا؟ ملائکہ سراپا نیاز عرض کرتے ہیں: خدایا! اے ہمارے مالک! اس کی جزا یہ ہے کہ اسے پوری اجرت دی جائے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: اے گروہ ملائکہ! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ رمضان کے روزوں اور شب میں میرے حضور قیام وعبادت کے ثواب کے طور پر میں نے انہیں اپنی رضا اور مغفرت کی سوغات عطا فرمادی....... حکم ہوتا ہے اے بندو! بخششوں کے پروانے لے کر اپنے گھروں کی طرف واپس ہو جاؤ تم نے مجھے راضی کیا میں نے تمہیں خوش کر دیا۔ اس انداز کریمانہ پر ملائکہ فرحت وانبساط سے مچلنے لگتے ہیں اور عید کے دن اس امت پر اللہ کی عطائیں دیکھ کر خوشی سے جھومنے لگتے ہیں۔

اب نہیں تو پھر کب؟ ماہ رمضان جس کی فصیل پر رحمت، مغفرت اور اخروی نجات و بخشش کے سنہرے چراغ پوری آب و تاب کے ساتھ روشنی بکھیرتے ہیں اور اہل ایمان کا وجود اس عرفانی نور میں نہا کر سعادتوں کی اجالے اپنے مقدر کے دامن میں سمیٹ لیتا ہے مگر اس حسین منظر نامے کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ برکتوں کے اس مبارک ماہ کی سعادت آمیز ساعتیں کچھ لوگوں کی زندگی سے اس طرح گزر جاتی ہیں کہ انہیں احساس تک نہیں ہوتا اور نہ انہیں اس کی کوئی پرواہ ہوتی ہے کہ نجات و مغفرت کا ایک سنہری موقع انہیں کی شاہراہ حیات سے ہو کر گزر گیا اور وہ بخشش کا سامان نہ کر سکے۔ ہمارے معاشرے میں اب بڑھتی ہوئی بے حیائی، پھیلتی ہوئی الحادی فکر اور مذہب اور دین کے تئیں سرد پڑتے جذبات کی وجہ سے ایسے افراد کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے رمضان کا مہینہ جن کے دینی جذبات کو مہمیز کیے بغیر گزر جاتا ہے اور ان کی زندگی پہلے کی طرح عام معمول کے مطابق ہی چلتی رہتی ہے، وہ دوکان جاتے ہیں، دن بھر کھاتے ہیں اور رات میں کوئی پسندیدہ فلم یا سیریل دیکھتے ہوئے سو جاتے ہیں، سحری وافطار کی روحانی کیفیت ہو یا تراویح کا لطف انگیز قیام یا پھر کلام الٰہی کی دل آویز تلاوت وہ ان سب سے ناآشنا اپنی دنیا میں مگن رہتے ہیں، جب اہل دل اس ماہ میں مغفرت کے کشکول بھر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف ایسے لوگ محرومیت کے داغ لیے اپنی عاقبت کی تباہی اور بربادی کی راہ خود ہی ہموار کر رہے ہوتے ہیں، ایسے افراد کی قسمت اور بے مروت رویے پر خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں افسوس کا اظہار فرمایا ہے جو بہر حال ایک مومن کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هٰذا رمضان قد جاء، تفتح فيه ابواب الجنة، و تغلق فيه ابواب النار، و تغل فيه الشياطين، بعدا لمن ادرك رمضان فلم يغفعر لهٗ، اذا لم يغفر لهٗ فمتىٰ.

ترجمہ: ماہ رمضان سایہ فگن ہو چکا ہے، جس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ تو برا ہو اس شخص کا جو رمضان کو پائے اور اس کی بخشش نہ ہو اگر (نیکیاں نہ کرنے کی وجہ سے) اب نہ بخشا گیا تو افسوس! پھر کب اس کی مغفرت ہوگی؟

روزہ نہ رکھنے کا وبال:

مسلم معاشرے میں روزہ نہ رکھنے کی وبا بہت تیزی کے ساتھ پھیلتی چلی جا رہی ہے اور اچھے خاصے تندرست نوجوان بھی دھڑلے سے روزہ چھوڑتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں، جو رمضان کا تقدس پامال کرتے ہوئے بیچ چوراہوں پر لگے بریانی، انڈا آملیٹ اور سینک کباب کے ٹھیلوں پر کھڑے خدائی حدود کو

چیلنج کر رہے ہوتے ہیں۔ ایمان کی کمزوری، دین سے دوری اور ملحدانہ معاشرہ اور ماحول میں پرورش نے ان کے ذہن وفکر سے احکام شریعت کی لازمیت اور ایک مومن کے لیے اس کی ناگزیریت کا تصور دھندلا کر دیا ہے، اب وہ مومن اور مسلمان تو ہیں مگر ایمانی تقاضے اور اسلامی مطالبات ان کی آزادانہ فکر سے لگا نہیں کھا رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہی ہے کہ شریعت کی کھلے عام خلاف ورزی کرنا ان کے معمول کا حصہ بن چکا ہے، اللہ تعالی انہیں ہدایت دے یہاں ہم ایک حدیث پاک درج کر رہے ہیں جس کی روشنی میں رمضان کے ایک ایک روزے کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے فرمان نبوی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال: من افطر یوما ن رمضان من غیر رخصۃ، ولا مرض، لم یقضہ صوم الدھر کلہٖ، و ان صامہٗ.

ترجمہ: جس نے بغیر عذر شرعی اور مرض کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑا تو پھر پوری زندگی بھی وہ روزے رکھے تب بھی اس ایک روزے کی بھرپائی نہیں ہوسکتی ہے۔

یہاں اس بات کی طرف بھی قارئین کی توجہ ضروری ہے کہ ماہ رمضان کی برکات سے محروم ہونے والے صرف وہ لوگ نہیں ہیں جو تمرد و سرکشی کی داخلی کیفیتوں سے مجبور ہو کر ماہ رمضان میں بھی دو سجدے کرنے یا ایک دن اپنے رب کی رضا کے خاطر خواہشات کو ترک کرنے کی ہمت نہیں جٹا پاتے بلکہ اس فہرست میں ان روزہ داروں اور راتوں کو قیام کرنے والوں کا بھی نام جڑ جاتا ہے جو بظاہر روزہ دار اور نمازی ہونے کے باوجود روزہ اور نماز کے روح سے خود کو قریب نہیں کر پاتے ہیں، ان کے پاس محض ایک خوش نما ڈھانچہ ہوتا ہے جسے وہ لیے پھرتے ہیں، وہ روزہ تو رکھتے ہیں مگر ان کی نگاہیں صبح سے شام تک خواہشات کی دہلیز پر بیٹھیں آوارگی کرتی ہیں، وہ شب میں قیام تو کرتے ہیں مگر بستر پر جانے کے بعد کسی پری پیکر کی عنابی انگلیوں کی دلفریب حرکت سے ہونے والی چیٹنگ سے بھی دل ناصبور کو تھپکیاں اور جادو کی جھپکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ رمضان کے روزے محض بھوکا رکھنے کا کوئی جبری فرمان شاہی تو نہیں ہے جو کسی طرح بھوکا رہ لینے سے وفا ہو جاتا ہو بلکہ روزہ انسان کے اندر تقویٰ، طہارت، باطن کی صفائی اور بندے کو خدا کی راہ پر لانے کا ایک تسلیم شدہ طریقہ ہے جو انسان کے اندر تجرباتی سطح پر ایسی تبدیلیاں لاتا ہے کہ خود بخود خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی تلاش کرنے کا جذبہ موجیں مارنے لگتا ہے۔ اب اگر اس کے برعکس روزہ اور راتوں کو تراویح میں قیام کے باوجود کوئی اپنی سابقہ روش پر ڈھٹائی کے ساتھ قائم ہو اور روزہ اور قیام بھی خدا کی قائم کردہ حدود توڑنے میں سد راہ نہ بن سکیں تو یقیناً وہ روزہ روزہ نہیں بلکہ محض بھوک ہے اور وہ قیام نہیں بلکہ محض رات کا جاگنا ہے جس پر اجر کی امید لگانا خود کو سرابی کیفیت میں مبتلا رکھنے کے مترادف ہے۔ اس عظیم حقیقت اور سچائی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے خود اللہ کے پیارے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کے دامن میں بھوک کے علاوہ روزہ کی کوئی برکت نہیں آتی اور کتنے راتوں میں قیام کرنے والے ہیں کہ سوائے جاگنے کے ان کی شب بیداری سے انہیں خدا کی جانب سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

لہذا وہ لوگ ہوش کے ناخن لیں جو اب رمضان کو سیلیبریٹ کرنے لگے ہیں جن کے یہاں ڈکار کی حد تک سحری کرنا اور متنوع اقسام کے چٹپٹے کھانے، رنگارنگ مشروبات اور دیگر اشیاء خرد و نوش سے افطار کے دسترخوان کو سجا کر سوشل میڈیا پر شیئر کرنے کا نام رمضان رہ گیا جبکہ دوسری طرف ان کی نگاہیں تقدس مآبی سے دور اور ان کے اعمال صالحیت سے نہ آشنا رہتے۔

"روزہ افطار": یوں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر "اطعام طعام" کو اسلام کا خوبصورت پہلو قرار دیا ہے

مگر اطعام طعام کی اس انسانی فکر کے نفاذ پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے رمضان کے مہینے میں زور دیا ہے جسے عام بول چال میں "روزہ افطار" کہا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رمضان کا مہینہ آتے ہی مسلم بستیوں اور محلوں میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر روزہ افطار کا اہتمام پورے جوش و خروش کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس طرح ایک ماہ تک سماج کا غریب طبقہ رمضان کے فیضان سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔ اگر کسی روزہ دار کو محض اخلاص اور رضائے الٰہی کی نیت سے افطار کرایا جائے تو اس پر بندے کے لیے خدا کی طرف سے وہ اکرام عطا کیا جاتا ہے جس کا وہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا پہلے آپ مندرجہ ذیل حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ روزہ افطار کرانے والوں کو کس کس انداز میں سعادتوں سے نوازا جاتا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : من فطر صائما فی شهر رمضان من كسب حلال صلت عليه الملائكة ليالی رمضان كلها، وصافحهٗ جبرئيل عليه السلام ليلة القدر، ومن صافحهٗ جبرائيل عليه السلام يرق قلبهٗ و تكثر دموعهٗ . قال: فقلت يا رسول الله ! أفرأيت من لم يكن عندهٗ؟ قال : فقبضة من طعام. قلت : أفرأيت ان لم يكن عندهٗ لقمة خبز؟ قال : فمذقة من لبن . قال: أ فرأيت ان لم يكن عندهٗ ؟ قال: فشربة من ماء.

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی حلال کمائی سے رمضان کے مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس پر ملائکہ پورے مہینے درود پڑھتے ہیں اور شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام خود اس شخص سے مصافحہ فرماتے ہیں اور جس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مصافحہ فرمالیں اس کا دل رقت آشنا ہو جاتا ہے اور خوف خدا سے اس کی آنکھیں کثرت سے گریہ وزاری کرنے لگ جاتی ہیں۔ صحابی رسول فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کسی کے پاس پیٹ بھر کھلانے کے لیے کھانا نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ فرمایا تو ایک مٹھی کھانا ہی سہی۔ عرض کیا: حضور اگر ایک لقمہ روٹی تک نہ ہو تو؟ فرمایا: ایک گلا دودھ ہی سے کرا دے۔ عرض کیا: اگر وہ بھی نہ ہو تو؟: فرمایا ایک چلو پانی ہی پلا دے۔

گویا روزہ افطار کی فضیلت پانے کے لیے ضروری نہیں کہ دیگیں چڑھائی جائیں، بھیڑ اکٹھا کی جائے اور گوشت ماڑوں کا اہتمام کیا جائے بلکہ غریب سے غریب مسلمان جس کے پاس بھر پیٹ کھلانے کو کچھ نہ ہو وہ بھی صدق نیت سے چند کھجوروں ہی سے افطار کرا کے حدیث پاک میں بیان کی گئی فضیلتوں کا مستحق ہو سکتا ہے۔

"افطار پارٹی": مگر اس مقام پر یہ نکتہ فراموش نہیں ہونا چاہیے کہ کسی روزہ دار کو افطار کرانے کا واحد مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہونا شرط اولین ہے جس کے بغیر انسان کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا شرف نہیں پا سکتا ہے۔ اس بات کی طرف اس لیے اشارہ کیا جا رہا ہے کہ اب "روزہ افطار" نے **"افطار پارٹی"** کا روپ اختیار کر لیا ہے جس میں رضائے الٰہی سے زیادہ شہرت، ناموری اور سیاسی مفادات ملحوظ رکھے جاتے ہیں، ان پارٹیوں میں روزہ دار غریب طبقہ کے بجائے سارا ارتکاز امیروں، سیاسی لیڈروں اور ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دنیاوی وجاہت رکھتے ہیں جبکہ ان کی اکثریت روزہ دار نہیں ہوتی، بلکہ اب تو کفار کو بھی ان پارٹیوں میں پورے جوش و خروش کے ساتھ مدعو کیا جانے لگا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ افطار پارٹی کا یہ تصور اسلامی "روزہ افطار" سے متصادم ہے، جہاں محض روزہ داروں کو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اپنی بساط کے مطابق افطار کرایا جاتا ہے جس میں نام و نمود، نمائش اپنی واہ واہی اور سیاسی مفادات پیش نظر نہیں ہوتے ہیں۔ لہٰذا اہل ایمان اپنے اعمال میں اخلاص کا پہلو مد نظر رکھیں جو کریں رضائے الٰہی کے لیے کریں۔

(ملاحظہ: مضمون میں مندرج تمام احادیث امام منذری علیہ الرحمۃ کی مشہور زمانہ کتاب "الترغیب والترہیب" سے لی گئی ہیں)

▪▪▪

گوشۂ ادب

عربی زبان کی اہمیت

محمد طارق اطہر حسین

عربی زبان دنیا کی ایک عظیم اور قدیم زبان ہے، جس کی تاریخ ہزاروں برسوں پر محیط ہے۔ اپنے تشکیلی دور سے لے کر چھٹی صدی عیسوی تک یہ زبان بھی دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح ایک عام زبان کی حیثیت رکھتی تھی، بلکہ اس وقت کی نام نہاد ترقی یافتہ قومیں عربی کو صرف بدوؤں اور بادیہ نشینوں کی زبان سمجھتے تھے۔ جب سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اور آپ نے دنیا کو اسلام سے روشناس کرایا تو یہی عربی زبان تبلیغ کا وسیلہ بنی۔ پروردگار عالم نے اپنی خصوصی رحمتوں سے اس زبان کو عظیم الشان درجہ دیا اور اسی زبان میں اپنا آخری کلام نازل فرما کر تمام دنیا کو یہ بتا دیا کہ جس طرح اسلام گزشتہ تمام ادیان سے افضل و اعلیٰ ہے اسی طرح عربی زبان بھی دنیا کی تمام زبانوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

عربی نہ صرف ایک زبان ہے بلکہ ایک ثقافت، ایک تہذیب اور ایک دنیا کی پہچان ہے۔ یہ زبان اسلامی دنیا کی مشترکہ زبان ہے اور اسی کی بدولت مسلمان ایک دوسرے سے اپنے عقائد، عبادات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ عربی زبان کا تعلق صرف ایک زبان سے نہیں بلکہ یہ امت مسلمہ کے روحانی و ثقافتی ورثے کی علامت ہے۔

عربی زبان کی اہمیت نہ صرف دنیا کی مختلف قوموں کے لیے ہے بلکہ اسلامی عقائد کے لیے بھی اس کی بہت اہمیت ہے۔ قرآن مجید، جو اللہ کا آخری کلام ہے، عربی زبان میں نازل ہوا۔ اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بھی عربی زبان میں ہیں۔ اس زبان کا تعلق ایک ایسے دین سے ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے آیا۔

عربی زبان کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی عربی زبان کو ایک نیا عروج حاصل ہوا۔ قرآن مجید کا نزول عربی زبان میں ہوا، اور اس زبان کو مذہبی، علمی اور ثقافتی اہمیت حاصل ہوئی۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تعلیمات عربی زبان میں دیں، جو بعد میں اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ"

(سورہ یوسف، آیت 2)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔

یہ آیت نہ صرف عربی زبان کی اہمیت کو واضح کرتی ہے بلکہ اس بات کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ عربی زبان کے ذریعے اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچایا گیا تاکہ وہ اس کو سمجھ کر اپنی زندگیوں کو بہتر بنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ عربی زبان سب زبانوں سے زیادہ فصیح ہے اور جنت میں جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی اور اسے عربی میں نازل کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ تم اس کے معنی سمجھ کر ان میں غور و فکر کرو اور یہ بھی جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عربی زبان کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:

"خَيْرُ كَمَالِ النَّاسِ لِسَانُهُمْ "(صحیح مسلم)

ترجمہ: لوگوں کی بہترین تکمیل ان کی زبان میں ہے۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ زبان کی اہمیت صرف بات چیت تک محدود نہیں ہے بلکہ انسان کی شخصیت کی تکمیل میں زبان کا بڑا کردار ہے، اور عربی زبان کو اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ اللہ کے کلام کی زبان ہے۔

عربی زبان کا اثر معاشروں میں:

عربی زبان کا اثر صرف مسلمان ممالک تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل چکا ہے۔ عربی زبان کی تعلیم دنیا بھر میں دی جاتی ہے اور اس کے ذریعے قرآن مجید کا مطالعہ اور اس کی تفسیر کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں، عربی زبان نے دیگر زبانوں پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے، خصوصاً اُردو، فارسی، اور ترکی زبانوں میں۔ ان زبانوں میں عربی کے بے شمار الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اور اس کا اثر ان کے ادب، مذہب، اور ثقافت پر واضح ہے۔

عربی زبان عوام الناس کے درمیان:

آج کل دنیا بھر میں عربی زبان کی تعلیم کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ مختلف اسلامی ادارے اور یونیورسٹیاں عربی زبان کی تعلیم دینے کے لیے قائم کی گئی ہیں تاکہ لوگ قرآن اور حدیث کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں اور اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں کو سیکھ سکیں۔ یہ زبان نہ صرف مذہبی تعلیمات کے لیے اہم ہے بلکہ ان لوگوں کے لیے بھی خاصی اہمیت کی حامل ہے جو تلاش معاش کے سلسلے میں عرب ممالک کا رخ کرتے ہیں۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے، دنیا بھر میں سائنسی ترقیات زوروں پر ہیں ایسے میں انجینئرنگ، میڈیکل اور دیگر شعبہ جات میں بھی عربی عربی زبان کے ماہرین کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔ عربی زبان کے مترجم، ادیب، اور محقق دنیا کے مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں اور عربی کے ذریعے عالمی سطح پر اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔

عربی زبان مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں۔ عربی زبان کا مشترکہ استعمال مسلمانوں کے درمیان ایک روحانی رشتہ قائم کرتا ہے اور انہیں ایک مشترکہ مقصد کے لیے متحد کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث کے ذریعے، عربی زبان مسلمانوں کی زندگیوں میں ایک اخلاقی اور روحانی رہنمائی فراہم کرتی ہے، اور ایک مضبوط امت کی تشکیل میں مدد کرتی ہے۔

عربی کی قدیم تحریریں تقریباً پانچ ہزار سال قدیم ہیں اور ان تحریروں کی بیشتر مثالیں چٹانوں اور پتھروں پر ملتی ہیں۔ عربی زبان کے ابتدائی آثار "نبطی" اور "حمیریہ" کے خطوں سے ملتے ہیں۔ عربی زبان نے اپنے ابتدائی دور میں زیادہ تر قبائل کی بولیوں میں ارتقا پایا اور ان کی ادبی و ثقافتی شناخت کا حصہ بنی۔

آج کے دور میں عربی زبان کے فوائد:

آج کے دور میں عربی زبان سیکھنا اور سکھانا انتہائی اہم ہے، خصوصاً نوجوان نسل کے لیے۔ عربی زبان قرآن مجید، حدیثِ مبارکہ، اور اسلامی علوم کے فہم کی کنجی ہے۔ اگر ہم اپنی نسل کو عربی زبان نہیں سکھائیں گے، تو وہ اسلامی ورثے کے بے شمار قیمتی علوم سے محروم رہ جائیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

”جو شخص قرآن کو سمجھ کر پڑھتا ہے، اسے دوہرا اجر ملتا ہے: ایک قرآن پڑھنے کا اور دوسرا سمجھنے کا۔“ (ترمذی شریف)

اس فرمان کی روشنی میں قرآن کو سمجھنے کی صلاحیت حاصل کرنا نہایت اہمیت رکھتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم عربی زبان سیکھنے پر توجہ دیں۔ عربی زبان کی تعلیم حاصل کیے بغیر کے بغیر قرآن اور دیگر اسلامی علوم کا گہرائی سے ادراک کرنا مشکل ہے۔

-٭-٭-٭-٭-

نقد و نظر

تذکرۂ بناتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عمران رضا عطاری مدنی (بنارس)

مرتب: مولانا سلیم رضا مدنی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیاں ہیں، یہی قرآن و سنت سے ثابت ہے، جب کہ دور حاضر کے بد نہاد روافض کا نظریہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی صرف اور صرف ایک شہزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں، بقیہ تینوں شہزادیوں: حضرت زینب، حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن کا انکار کرتے ہوئے ان کے صلبی بیٹیاں ہونے کا انکار کرتے ہیں، معاذ اللہ۔

حالاں کہ قرآنی آیت: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ﴾ نیز متعدّد احادیث اور کتب سیرت سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیاں ہیں، یہ موضوع دور حاضر کا ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، اس موضوع پر متعدّد کتب علما نے تحریر فرمائیں اور روافض کا رد بلیغ کیا، عزیز مکرم مولانا سلیم رضا عطاری مدنی نے بھی نہایت خوبصورت اسلوب میں محققانہ انداز پر ایک رسالہ بنام تذکرہ بناتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرتب فرمایا۔

کل صفحات تقریباً 120 ہیں، نہ زیادہ طویل نہ زیادہ مختصر، بلکہ متوسط انداز میں رسالہ تیار کر دیا۔

مولانا موصوف نے یہ رسالہ شیخ الحدیث، ماہر علم و فن حضرت مولانا مفتی گل رضا مدنی زید علمہ وفضلہ کی ترغیب پر تحریر کیا ہے، رسالہ ملاحظہ فرمانے کے بعد استاذ محترم نے تقریظ عطا فرمائی جس میں فرمایا: مولانا سلیم آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

رسالے کے مشمولات مندرجہ ذیل ہیں۔

- قرآن مجید، احادیث طیبہ اور معتبر مؤرخین کی کتب کی روشنی میں حوالہ جات تحریر کیے گئے ہیں۔
- اہل تشیع کے اعتراضات کے بالترتیب جوابات دیے گئے ہیں۔
- عربی عبارت کی جامعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے حوالاجات کو عربی عبارات کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔
- اہل سنت اور شیعہ دونوں ہی کتب سے حوالاجات نقل کیے ہیں، تاکہ نہ جاننے والے اہل سنت کی تشویش ختم ہو اور روافض کے منہ پر طمانچہ ہو!
- عربی عبارات کے ساتھ مکمل حوالے کا بالطبع التزام کیا گیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچایا جائے، بالخصوص روافض اور ان بھولے بھالے سنی جو روافض کی چنگل میں پھنس رہے ہیں ان کو یہ کتاب دی جائے تاکہ ان کے عقیدے میں کسی قسم کا فساد نہ آسکے۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل رضا عطاری مدنی کتاب ہذا کے متعلق لکھتے ہیں:

خوشی کی بات ہے کہ آج میرے سامنے "تذکرۂ بناتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" نامی کتاب موجود ہے، جو تلمیذ ارشد مولانا سلیم مدنی (جموں و کشمیر) نے ترتیب دی ہے میں نے اس کتاب کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا، مقدمے پر نظر ڈالی اور کتاب کے مقاصد کو جانچا۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مولانا اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔ (باقی ص:28)

صدائے بازگشت

ایک باب تصوف کا ہوتو کیا ہی خوب ہوتا

مکرمی !السلام علیکم ۔میرا نام محمد زکی ہے، میں مدھیہ پردیش کے ایک گاؤں بھانپور شریف سے تعلق رکھتا ہو۔ میں نے ایم اے اسلامک اسٹڈیز کیا ہوا ہے اور میرا موضوع تحقیق تصوف ہے، بالخصوص "سلسلہ جہانگیریہ" سلسلہ جہانگیریہ میں اکابر علما و صوفیا ہوئے جن میں سے آپ کی معلومات کے لیے صرف ایک نام برادر ارشد القادری علامہ فضل رسول غلام آسی پیا کافی ہیں۔ میری تحریریں انھی اہل سنت وجماعت کے اکابر علماو مشائخ کے موضوعات پر ہوتی ہیں ۔آپ کے رسالہ ماہنامہ میں ایک باب تصوف کا ہوتو کیا ہی خوب ہوتا۔ والسلا وسلام

از: **محمد ذکی**، بھان پور، مدھیہ پردیش

پچاسویں عرس حافظ ملت کی مبارک باد

حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ کے وصال کے کے پچاس سال مکمل ہونے کے بعد بھی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ زوال پذیر نہ ہو سکا بلکہ روز افزوں ترقی کی منزل طے کر رہا ہے، جب کہ عام تعلیمی اداروں کا معاملہ اس کے بر عکس ہے ، بہت سے نامور تعلیمی اداروں کی تاریخ بتاتی ہے کہ خون پسینہ ایک کر سینچنے والے افراد کو ہی بے دخل کر دیا گیا- آخر کیا سبب ہے کہ حافظ ملت کے وصال کے نصف صدی بعد بھی جامعہ اشرفیہ کے معیار میں کمی نہیں آئی؟ اس سوال کا جواب خاکسار کی ناقص رائے میں یہ ہے کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جو اصول مرتب فرمایا اس پر عمل ان کی حیات میں بھی ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ حضرت عزیز ملت مد ظلہ بھی اپنے والد کے اصول پر کاربند ہیں اور اہل اور قابل مدرسین کی مدد سے جامعہ کو آگے بڑھانے میں منہمک ہیں ہمیں امید قوی ہے کہ عزیز ملت کی کوشش سے جامعہ مزید ترقی کرے گا، شہزادہ عزیز ملت مولانا نعیم الدین عزیزی کی ایک ویڈیو دیکھی اور ان کی حق گوئی سنی تو مجھے یقین کی حد تک اندازہ ہوا کہ جامعہ اپنے اصول سے مستقبل میں سمجھوتا نہیں کرے گا ان شاء اللہ ۔ایک جلسہ میں مولانا نعیم الدین عزیزی کو ایک نقیب نے مفتی کے سابقہ کے ساتھ دعوت سخن دی تو بر وقت انھوں نے اعلان کر دیا کہ میں مفتی نہیں ہوں ،اس طرح سے اپنے سلسلے میں عوام کے سامنے نفس کشی کر کے حق کا اعلان عہد حاضر میں کسی نئی نسل کے عالم کے لیے معمولی بات نہیں۔

پچاس سالہ عرس حافظ ملت کے موقع پر خاکسار صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے اللہ تعالیٰ حافظ ملت کے فیض سے عالم اسلام کو مالامال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ۔از: **محمد ولی اللہ قادری** غفرلہ

خادم دار القضا ادارہ شرعیہ چھپرا

جمہوریت ہوتے ہوئے بھی نفرت کی آندھی!!

مکرمی !آج ہمارا ملک بڑے ہی نازک دور سے گزر رہا ہے نفرتیں بڑھتی جا رہی ہیں بابری مسجد اور رام مندر کا معاملہ کسی طرح

ختم ہوا کہیں خوشی منائی گئی کہیں غم منایا گیا اس موقع پر بھی مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی گئی اشتعال انگیزیوں کا طوفان برپا کیا گیا، گالیاں دی گئیں، مارا پیٹا بھی گیا لیکن مسلمانوں نے صبر کی ایک مثال قائم کردی، کہیں ملک کی املاک کو نقصان نہیں پہنچایا، کسی کو زدوکوب نہیں کیا، گالی کے بدلے گالی نہیں دی، اشتعال انگیزی کے بدلے اشتعال انگیزی نہیں کی، نعرے بازی کے بدلے نعرے بازی نہیں کی، مقصد صرف ایک تھا کہ کسی طرح ملک حاسدین کے حسد اور مفسدین کے فساد اور شریروں کے شر سے محفوظ ہو جائے ہمارا ملک امن و امان کا گہوارہ بن جائے سفر کامیاب ہونے کی صورت جلد پیدا ہو جائے ایک دوسرے کے دل ودماغ سے نفرت و خوف وہراس کا نام ونشاں مٹ جائے حالات خوشگوار ہو جائے کاروبار کا راستہ صاف ہو جائے، مگر فرقہ پرستوں کو یہ گوارا نہیں ہے، وہ آئے دن ایک نہ ایک فتنہ کھڑا کرتے جارہے ہیں اور اب تو مسجدوں کو مندر بتانے کا سلسلہ ہی چل پڑا ہے اور یہ بہت ہی گہری سازش لگ رہی ہے، سماجواد کا نعرہ دیا جاتا ہے اور سماجواد کے مطابق کام کرنے کے لیے تیار نہیں، ایک طرف قومی یکجہتی کی بات کی جاتی ہے اور دوسری طرف قومی یکجہتی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ بی جے پی اقتدار میں آنے کے لیے بابری مسجد اور رام مندر کا مسئلہ کھڑا کیا اور اسی کے نام پر اقتدار میں آئی بھی اور اب اقتدار میں بنے رہنے کے لیے مسجد مندر کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ ایک طرف آر ایس ایس چیف موہن بھاگوت کہتے ہیں کہ ہر مسجد میں شیولنگ تلاش نہ کیا جائے تو اب متھرا عید گاہ پر مندر ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے، گیان واپی جامع مسجد کا معاملہ الجھایا جارہا ہے، اور اب سنبھل کی جامع مسجد نشانے پر ہے اور یہ سلسلہ تھم نہیں رہا ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر بھی فرقہ پرستوں کی نظر پڑ گئی، ڈھائی دن کا جھوپڑا پر بھی مندر کا دعویٰ کیا جانے لگا، بدایوں کی جامع مسجد کو بھی مندر بتایا جارہا ہے، ایک طرف موہن بھاگوت کا بیان تو دوسری طرف فرقہ پرستوں اور شرپسندوں کی زہریلی حرکتیں، کیا موہن بھاگوت یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسجدوں پر مندر کا دعویٰ کرنے والوں کا تعلق آر ایس ایس سے نہیں ہے؟ ہرگز وہ ایسا نہیں کہیں گے بلکہ وہ زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی غرض سے ایک طرح کا طنز کس رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی اور مذہب کی عبادت گاہوں پر مندر کا دعویٰ نہ کر کے صرف مسلمانوں کی ہی عبادت گاہوں پر مندر کا دعویٰ کیوں جاتا ہے، مساجد و مدارس اور خانقاہیں فرقہ پرستوں کی نظروں میں کھٹک رہی ہیں اور اب تو پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے پھر بھی مسلمان سر جوڑ کر بیٹھنے کے لیے تیار نہیں اور مسلم سیاسی قیادت پر غور وفکر کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ان سارے مسائل کا تصفیہ صرف سیاست سے ہوگا لیکن نہ جانے کیوں مسلمانوں کی بڑی بڑی شخصیتیں اور بڑی بڑی تنظیمیں سیاست سے دور بھاگ رہی ہیں اور مسلم سیاسی قیادت سے محرومی کا طوق گلے سے اتارنے کے لیے تیار نہیں ہیں حتیٰ کہ دینی اجلاس کے اشتہارات میں لکھ دیا جاتا ہے کہ جلسہ کو سیاست حاضرہ سے تعلق نہیں ہوگا، یعنی سیاست کو ایک دم شجر ممنوعہ سمجھا جاتا ہے جب کہ چور دروازے سے راجیہ سبھا جانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے اپنائے جاتے ہیں، آج تو جو حالات ہیں، ایسے میں مسلم تنظیمیں اور ان کے ذمہ داران بھی مشکوک نظر آتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نسیں کہیں دبی ہوئی ہیں۔ جج ہوں یا وکلا دونوں کی ذمہ داری ہے کہ قانون وانصاف کا بول بالا ہو غریبوں اور مظلوموں کو مکمل انصاف ملے اور اس ذمہ داری سے منہ موڑنے کے نتیجے میں سنبھل جیسے واقعات رونما ہوتے رہیں گے، اس طرح کے تنازعات ملک کے کونے کونے میں سر اٹھاتے رہیں گے جس سے قانون کی حکمرانی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی ختم ہو جانے کا خطرہ ہے جو بہر حال ہمارے قومی مفاد میں نہیں ہوگا۔

تحریر: جاوید اختر بھارتی

javedbharti508@gmail.com

محمد زمان لیرا کا انتقال

30/دسمبر ۲۰۲۴ء کو محمد زمان لیرا کا انتقال پر ملال ہو گیا۔
وہ بندیال شریف ضلع خوشاب کے رہائشی تھے، جنھیں ایک دفعہ چند غیر مقلد مولویوں اور ان کے ماننے والوں نے گھیر لیا اور کہنے لگے کہ اگر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جائز ہے تو اس پر کوئی دلیل دو۔ اگر دلیل نہیں دے سکتے تو یارسول اللہ کہنا چھوڑ دو۔ قریب ہی ایک تندور جل رہا تھا۔ اس نے کہا: میں کہتا ہوں یارسول اللہ کہنا جائز ہے، یارسول اللہ کہنے والے کے جسم کو آگ نہیں جلا سکتی۔ اس عاشق رسول نے یارسول اللہ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے تندور میں چھلانگ لگا دی۔ اور پھر صحیح سلامت باہر نکل آیا۔ بندیال شریف کی تاریخ گواہ ہے اس عاشق رسول کے جسم کا ایک بال بھی نہ جلا۔

اس عاشق رسول کے جنازے میں ہر لب پر اس کا ایک ہی تعارف تھا کہ وہ فوت ہو گیا جس نے یارسول اللہ کہتے ہوئے تندور میں چھلانگ لگا دی تھی۔ اللہ رب العزت اس عاشق رسول کی مزار اقدس پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اس عاشق رسول کے صدقے ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

غزہ کی مائیں اپنے بچوں کے لیے انصاف کی منتظر

جنگ بندی کا اعلان تو ہو گیا لیکن غزہ کا انسانی بحران اتنا بڑا ہے کہ اس پر قابو پانے میں مہینوں لگ جائیں گے، اہل غزہ کے لیے عالمی امداد میں اضافہ، یورپی یونین نے پیکیج دیا۔

غزہ میں اسرائیلی حملے بند کروانے اور انسانی بحران کو کم کرنے کے اقدامات کے تحت جنگ بندی تو ہو گئی ہے لیکن غزہ کی مصیبت زدہ مائیں جنہوں نے گزشتہ 15 مہینوں کے دوران اپنے بیٹوں، بیٹیوں اور شہید ہونے والے عزیز و اقارب کو ایمان، پختہ یقین اور پہاڑ جیسے صبر و استقلال کے ساتھ اپنے شہیدوں کو الوداع کیا ہے وہ بہت صبر و ہمت کا متقاضی ہے۔ اب یہ مائیں اپنے اور اپنے بچوں کے لیے انصاف کی منتظر ہیں۔ یہ فلسطینی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا جگر ہے کہ وہ مسلسل 460 دن سے جاری اسرائیلی جارحیت کے دوران 46 ہزار سے زائد شہدا اور زخمیوں کو اٹھا چکی ہیں۔ صہیونی دشمن اپنی تمام تر رعونت اور سفاکی کے باوجود ان کے جذبہ حریت کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ اپنے بچوں کی مسلسل شہادتوں اور اپنے جگر گوشوں کے جنازے اٹھاتی بہادر ماؤں کو صدمے کی حالت میں یہ دعا کرتے دیکھا اور سنا گیا کہ ''یا اللہ میرا شہید بیٹا اور وحشیانہ جارحیت میں شہید ہونے والا آخری بچہ ہو اور اس کی شہادت کے بعد کسی معصوم کے خون کا ایک قطرہ بھی غزہ میں نہ گرے۔'' درجنوں مسلم ممالک کی حکومتوں، عالمی اداروں اور انسانی حقوق کے علم برداروں کے باوجود غزہ کی ماؤں نے تنہا یہ ظلم برداشت کیا اور اب وہ چاہتی ہیں کہ اسرائیلی درندوں کو قرار واقعی سزا ملے۔

اپنے شہیدوں کے لiے دعائیں کرنے والی ماؤں میں ایک ایسی ماں بھی ہیں جن کے تمام کم سن بچے اسرائیل کی جارحیت میں شہید ہو گئے۔ اس نے اپنے بچوں کی شہادت پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ کریم میرے بچوں کی شہادت

کے بعد کسی اور ماں کو یہ دکھ نہ دینا۔ایک دوسری خاتون نے اپنی حاملہ جواں سال بیٹی کی شہادت پر بھی ایسی ہی دعا کی۔ایک اور ماں نے اپنے بیٹے کی شہادت پر دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں سوچتی تھی کہ میں غزہ میں اپنے لختِ جگر کے ساتھ لوٹوں گی لیکن دشمن نے مجھ سے میرا بچہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھین لیا۔

یوں غزہ میں غم، تکلیف اور درد کی داستانیں ہی داستانیں ہیں جو اب سامنے آتی رہیں گی۔ اب تک عالمی میڈیا کا پورا دھیان اسرائیلی حملوں پر تھا لیکن اب ان حملوں کے بطن سے نکلنے والی وہ باتیں سامنے آئیں گی جن سے ہر درد مند آنکھ نم ہو جائے گی اور ہر انصاف پسند دِل گداز ہو جائے گا۔

اسرائیلی نسل کشی کے دوران بھی اہل غزہ کے لیے امداد کا سلسلہ جاری تھا لیکن اب جنگ بندی ہونے کے بعد امداد میں اضافہ کی امید ہے۔اس سلسلے میں پہل کرتے ہوئے یورپی یونین نے غزہ کی مدد کے لیے 120 ملین یورو مالیت کے نئے انسانی امدادی پیکیج کا اعلان کیا ہے۔ یورپی یونین کی جانب سے یہ اعلان غزہ میں جنگ بندی کے اعلان کے چند گھنٹے بعد سامنے آیا ہے۔ واضح رہے کہ 2023 سے اب تک غزہ کو یورپی یونین کی جانب سے 450 ملین یورو کی امداد پہنچائی جا چکی ہے۔نئے پیکیج میں خوراک کی امداد شامل ہے جس کا مقصد خوراک کی شدید عدم تحفظ اور غذائی قلت کو دور کرنا ہے، اس کے علاوہ طبی ساز و سامان بھی فراہم کیا جائے گا۔

کیلیفورنیا کے جنگلات کی آگ

17 جنوری 2025۔ لاس اینجلس: جنوبی کیلیفورنیا میں سانتا اینا ہواؤں کی وجہ سے جنگل میں لگنے والی آگ نے شدت اختیار کرلی ہے جب کہ فائر فائٹرز نے بدھ کو بھی آگ پر قابو پانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ یو ایس نیشنل ویدر سروس نے کہا کہ بدھ کو ساحلی جنوبی کیلیفورنیا میں آگ کی شدید صورت حال جاری رہے گی لیکن ہفتے کے آخر تک اس میں بہتری آنے کی امید ہے اور بدھ کو مقامی وقت کے مطابق دوپہر 3 بجے تک ایک وارننگ جاری کی گئی۔لاس اینجلس کے علاقے میں بڑے پیمانے پر جنگل میں لگنے والی آگ سے کم از کم 25 افراد ہلاک اور 12 ہزار 300 سے زائد عمارتیں تباہ ہوگئی ہیں۔مقامی حکام نے تصدیق کی ہے کہ جنگل کی آگ کی وجہ سے کم از کم 26 افراد اب بھی لاپتہ ہیں۔ ان میں سے 20 کا تعلق ایٹن فائر ایریا سے اور چھ کا تعلق پالیسیڈس فائر ایریا سے ہے۔گزشتہ ہفتے منگل کی شام کو لگی مہلک ایٹن آگ نے الٹاڈینا اور پاساڈینا کے قریب 14 ہزار 117 ایکڑ کو جھلسا دیا۔کیل فائر نے ایک رپورٹ میں کہا، ”آج کی کوششیں پریمیر کنٹرول کو یقینی بنانے کے لیے روک تھام لائنوں کو صاف کرنے اور مضبوط بنانے پر مرکوز ہیں۔فائر فائٹرز اور عوام دونوں کی حفاظت کے لیے سڑکوں پر خطرناک درختوں کو کم کیا جارہا ہے۔“ پالیسیڈس فائر لاس اینجلس کے علاقے میں سب سے بڑی فعال جنگل کی آگ ہے، جس نے ایک ہفتے میں 23 ہزار 713 ایکڑ کو جھلسا دیا۔

امریکی مسلمان لاس اینجلس میں متاثرین آتشزدگی کی امداد کے لیے پہنچ گئے ہیں۔یہاں آتشزدگی سے سینکڑوں مکانات خاکستر، ہزاروں افراد بے گھر ہوئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق لاس اینجلس میں متاثرین آتشزدگی کی امداد کے لیے امریکہ کی سب سے بڑی مسلم فلاحی تنظیم اکنا ریلیف کی امدادی کارروائیاں جاری ہیں۔مسلم فلاحی تنظیم اکنا ریلیف کے سی ای او عبدالرؤف خان نے متاثرہ علاقے کا دورہ کیا اور آپریشن کی نگرانی کی۔ان کا کہنا تھا آتشزدگی کا علم ہوتے ہی اپنی ٹیم فوری طور پر متاثرہ علاقے میں روانہ کردی تھی، ہماری ٹیم نے متاثرین کو ابتدائی ضروریات، جیسے کھانے پینے کی اشیا، ادویات، اور کپڑوں کی فراہمی شروع کی۔ عبدالرؤف خان نے مزید کہا کہ متاثرین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دن رات کام کر رہے ہیں۔اکنا ریلیف نہ صرف فوری امداد فراہم کرتی ہے بلکہ طویل المدتی بنیادوں پر بھی متاثرین کی بحالی کے لیے کام کرتی ہے۔ ✽✽✽✽✽

خیر و خبر

جامعہ اشرفیہ میں عرس اعلیٰ حضرت اشرفی میاں

سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی مرکزی دینی علمی و روحانی درسگاہ اشرفی رضوی اور امجدی فیضان کا مظہر اتم اور دیگر سلاسل حقہ کی علمی و روحانی وراثتوں کی امین باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں 12 جنوری 2025 کو عرس اعلی حضرت اشرفی میاں و سرکار ابو الحسین نوری میاں علیہما الرحمۃ والرضوان کی مناسبت سے محفل ایصال ثواب تلاوت نعت و بیان فاتحہ خوانی و تبرک کا اہتمام کیا گیا۔

اس مبارک موقع پر بدر الفقہا حضرت مفتی بدر عالم صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے مشائخ کچھوچھہ مطہرہ بالخصوص اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان اور مشائخ مارہرہ مطہرہ کے احسانات کا ذکر خیر فرمایا۔

ماہ نامہ اشرفیہ کے ایڈیٹر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان، دونوں بزرگوں کے علمی و روحانی فیضان کے حوالے سے مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علما اور مشائخ اہل سنت و جماعت کے فیضان سے مستفیض فرمائے اور اپنے محسنین کا شکر گزار رکھے۔ آمین

عطائے عزیز ملت کو اجازت و خلافت تفویض

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے، لیل و نہار گردش کرتے رہتے ہیں، بہار و خزاں کے سیکڑوں دور آتے جاتے رہتے ہیں۔ تب کہیں جا کر کوئی باکمال ھستی عالم وجود میں آتی ہے، جو خاص فیضان کرم کی مورد اور رحمتِ خاص کی مرہونِ منت ہو کر دنیائے اسلام میں ممتاز و منفرد شخصیت کی مالک اور دین متین کی حافظ و محافظ ہوتی ہے۔

عطائے عزیز ملت کے لقب سے مُلقّب صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا محمد منصور عالم مصباحی عزیزی بانی و مہتمم دارالعلوم فیضانِ حافظ ملت "اورنگ آباد" بہار کی ذات ستودہ صفات کئی اعتبار سے نمایاں حیثیت کی حامل ہے، آپ علم و عمل کے خوبصُورت سنگم ہیں وہیں آپ ایک متحرک، فعال، باصلاحیت مُخلص عالم دین ہیں ساتھ ہی حالات پر گہری نظر رکھنے والے مُدبّر و مفکر اور اچھے مُنتظم ہیں، مشکل سے مشکل مہم کو حُسنِ تدبیر سے سر کرنے کا ہنر کوئی آپ سے سیکھے، آپ ظاہری اسباب سے کہیں زیادہ خدا کی ذات پر بھروسا رکھتے ہیں اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے فرمانِ عالیشان "زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام" اور "ہر مخالفت کا جواب کام" پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ ایک بار دارالعلوم کے بغل والی زمین کا معاملہ در پیش آیا، بیک وقت ۴۰/ لاکھ روپے کی ضرورت تھی، حضرت صوفیٔ باصفا نے عطائے خداوندی پر یقین کامل فرماتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیا۔ پھر اہل سنت مخیّر حضرات نے عالم بے خودی میں خود تعاون پیش کرنا شروع کیا۔ بعض حضرات نے عارضی سہارا دینا چاہا، لیکن آپ کی حُسنِ نیت، پیہم اخلاص و عمل اور دیوانوں کی طرح دینی اُمو کی جد و جہد دیکھی تو دل کھول کر آپ کے ساتھ ہوئے۔

واقعی آپ نے جس اخلاص و للّٰہیت سے مخالف ماحول کو ساز گار بنایا ہے، یہ آپ کے حُسنِ کارکردگی کا نتیجہ ہے، ورنہ چند

، خیر حضرات و عزیزی برادران کو چھوڑ کر اکثر آپ کی مخالفت اور آپ کے قائم کردہ دینی ادارہ "دارالعلوم فیضان حافظ ملت" کی عداوت میں مبتلا تھے۔ وہ بھی آپ کے اخلاص کی تپش کو دیکھ کر آپ کا اور آپ کے ادارے کے حامی و ناصر بن گئے۔

آج بتاریخ ۳۰ر دسمبر ۲۰۲۴ کو پچاسویں عرس عزیزی کے پُر مسرت موقع پر منعقدہ گولڈن جبلی وجشن زریں پروگرام میں پیر طریقت رہبر راہ شریعت گل گلزارِ عزیزیت حضور عزیز ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ مصباحی سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے ہزاروں علماے کرام و مشائخ عظام کی موجودگی میں عزیزی عمامہ باندھ کر خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، تو بدر الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد بدر عالم مصباحی صاحب قبلہ پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے مبارکبادی پیش فرمائی اور کچھ نصیحت آموز باتوں سے بھی نوازا، مخزنِ علم و حکمت شہزادۂ حضور عزیزِ ملت حضرت علامہ مولانا نعیم الدین عزیزی مصباحی نے اپنی خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے امانت کی حفاظت کی تلقین فرمائی۔

اگر میں حضرت مولانا جمیل اختر عزیزی استاذ دارالعلوم فیضان حافظ ملت کا ذکرِ جمیل نہ کروں تو شاید دن کے اُجالے میں خلوص کا خون ہو جائے گا، جو ہر وقت، ہر گھڑی، ہر پل صوفیؔ با صفا کی نصرت وحمایت میں قدم سے قدم مِلا کر چلتے رہتے ہیں۔

میں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل تھا، جنھوں نے اپنے ماتھے کی آنکھ سے یہ حسین منظر دیکھا۔

تم آس اختؔر ان سے لگائے ہوئے رکھنا
چمکائیں گے قسمت تیری حافظ ملت

از: ڈاکٹر یعقوب اختر قادری
سکریٹری ادارۂ شرعیہ اورنگ آباد، بہار

نشان اختر کی جانب سے کنزالایمان کی اشاعتی خدمات

"ادارہ نشان اختر" ممبئی تقریباً پندرہ سال سے کنزالایمان ترجمہ قرآن از اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی عمدہ اور تصحیح شدہ نسخے کی تیاری اور اشاعت میں مصروف ہے، جو یقیناً اہل سنت واہل عقیدت حضرات کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث ہے۔ واضح ہو کہ مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام کنز الایمان کی اشاعت کے بعد سے آج تک کنز الایمان اور متن قرآن کی نئی کتابت کے ساتھ یہ پہلا اشاعتی کام عمل میں آیا ہے۔ جس کی تفصیلات یہ ہیں۔

(۱) متن قرآن (الفی) میں ہر سطر الف سے شروع ہونے والے نسخے کے ساتھ ترجمہ کنزالایمان اور تفسیر صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی کب سے پہلی اشاعت کا اہتمام کیا گیا جو جہازی سائز میں خوبصورت انداز سے آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔

(۲) اس کے بعد الفی قرآن مع کنزالایمان کو نصف سائز پر شائع کیا گیا، اس کے بھی دو ایڈیشن سنی دعوت اسلامی کی طرف سے منظر عام پر آئے۔

(۳) عام سائز پر نئی کتابت کے ساتھ کنزالایمان وتفسیر صدر الافاضل کی اشاعت کی گئی، جس کا نمبر ۱۳۳۰ قرار دیا گیا۔ جو کنزالایمان کا تصنیفی سنہ ہے۔

(۴) اس کے بعد ہر صفحے پر پوری تفسیر قرآن کے التزام کے ساتھ عام سائز پر دوسرا نسخہ اشاعت کی منزل سے گزارا گیا جس کا نمبر (۱۳۳۱) ہے جو کنزالایمان کا اختتامی سنہ ہے۔

(۵) اس کے بعد تجویدی قرآن کی ساتھ ترجمہ وتفسیر کا کام بھی مکمل کیا گیا جو اشاعت کا منتظر ہے۔

(۶) اس کے بعد کنزالایمان کے ساتھ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ کی تفسیر نور العرفان کا کام شروع کیا گیا ہے جو تکمیل کے مراحل میں ہے۔

(۷) قرآن پاک اور کنزالایمان کے تعلق سے اور بھی کئی

پروگرام ہیں جنھیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش جاری ہے۔

(۸) واضح ہو کہ آخری تصحیح شدہ کنزالایمان ۱۴۳۱-اس وقت دیگر اداروں کے علاوہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی) پن کوڈ 276404 کے شعبۂ اشاعت و تصنیف "مجلس برکات" جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہو رہا ہے۔ (موبائل نمبر:7237876095) اہل علم (علما) بالخصوص فارغین اشرفیہ اور دیگر برادران اہل سنت کو چاہیے کہ اسی نسخۂ کنزالایمان کو حاصل کریں اور اس کا تعارف دوسرے شائقین سے بھی کرائیں تاکہ اس صحیح نسخے کو فروغ ملے اور صحیح ترین کنزالایمان لوگوں کو حاصل ہو۔

افسوس کہ ابھی تک دہلی کی ناشرین کتب اغلاط سے پر کنز الایمان کو پوری آزادی سے چھاپ رہے ہیں اور پیسے کما رہے ہیں۔ جب کہ ادارہ نشان اختر ممبئی نے تمام ناشرین کو اپنے تصحیح کردہ نسخے کی اشاعت کے لیے اجازت دی ہوئی ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس میں ردوبدل نہ کیا جائے۔

نوٹ: خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ذمے داروں سے گزارش ہے کہ غلط کنزالایمان چھاپنے والے ناشرین کتب کو تنبیہ کریں کہ وہ اپنی غلط حرکت سے باز آئیں۔ اور اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنی بھی ضروری ہے تاکہ اس غلطی کا بار بار اعادہ نہ ہو۔ رضا اکیڈمی ممبئی کو بھی اس سلسلے میں دلچسپی لینی چاہیے۔ کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ و الرضوان کے مشن کا سچا ترجمان اور نمائندہ ادارہ ہے۔

ناچیز راقم الحروف: محمد عبدالمبین نعمانی قادری، چریاکوٹ مئو
رابطہ نمبر: 9838189592

جامع مسجد ہانس بابا میں جشن صدیق اکبر
تحریک انوار القرآن کا قیام

حضرت مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری استاذ جامعہ اشرفیہ نے انوار القرآن کے نام سے ایک انقلابی تحریک کی بنیاد ڈالی ہے، جس کا پہلا اجلاس 25 دسمبر بروز بدھ بعد نماز عشا، تحریک کے اراکین کے زیر اہتمام جامع مسجد ہانس بابا میں اسلام کے پہلے خلیفہ، یار غار مصطفیٰ سیدنا صدیق اکبر کے وصال مبارک کے موقع پر منعقد کیا گیا، اس کا آغاز قاری افروز عالم مصباحی کی تلاوت سے ہوا، امن شاکر متعلم جامعہ اشرفیہ، اور مفتی نصیر الدین مصباحی نے نعت و منقبت پیش کی، مفتی توفیق احسن برکاتی اور مفتی محمد اعظم مصباحی نے سمجھ کر قرآن پڑھنے کی ضرورت پر فکر انگیز گفتگو کی، علامہ مسعود احمد برکاتی کا خصوصی خطاب ہوا، حضرت نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام کو اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی خدمت کے لیے چن لیا تھا، ان میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر ہیں، قرآن نے ان کو اتقی کے لقب سے یاد فرمایا ہے، ان کی صحابیت کا انکار، قران کا انکار ہے۔ حضرت برکاتی صاحب نے مولانا حبیب اللہ ازہری کے کاموں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ برکاتی صاحب کے خطاب کے بعد ازہری صاحب نے تحریک انوار القرآن کا تفصیلی تعارف پیش کیا اور تمام منتظمین و معاونین کا شکریہ بھی ادا کیا، اس جلسے کی صدارت مولانا محمود صاحب نے فرمائی، جب کہ نظامت مولانا حامد رضا مصباحی نے انجام دی، مفتی احمد نواز مصباحی، مولانا رضوان مصباحی، حافظ صادق مصباحی کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام اہل سنت اور طلبہ نے شرکت فرمائی، جلسہ کامیابی کے ساتھ مولانا مسعود احمد برکاتی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔ اس عظیم کام کی ابتدا پر ہم ازہری صاحب اور ان کے تمام رفقائے کار بالخصوص ہانس بابا کے مصلیان و ذمہ داران کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، یقینا یہ ابتدا مبارک پور کی تاریخ میں ایک علمی اور دینی انقلاب کا نقطہ آغاز ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

از: **ضیاء الدین مصباحی**

خیابان حرم

کلامِ ارشد
منقبت سرکار پٹنہ سید شاہ فدا حسین علیہ الرحمہ
از: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

سحر بدوش شبستان غم کی رعنائی
کریم تیرے تکرم کی جلوہ فرمائی
نگار گلشن منعم نگار بوالفیاض
بہار کا گل رعنا بہار بوالفیاض
رہی وہی کہ تیرے دل میں چاندنی جن سے
شب نیاز کی خلوت میں روشنی جن سے
انھیں کے نام کی خیرات سے غنی کردے
تو آج اپنے گداؤں کی جھولیاں بھر دے
امید و یاس کے عالم میں ہاتھ پھیلائے
کھڑا ہے تجھ پہ یہ ارشد بھی آج اترائے

نوٹ: جناب نیاز احمد خاں مرحوم (بن سراج الحق خاں مرحوم) ساکن موضع زمین، محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یوپی نے مجھے تقریباً 2003ء میں زبانی سنا کر لکھوایا، اور میں نے سن کر تحریر کرلیا، مرحوم سرکار پٹنہ کے مریدوں میں تھے اور یہ بتایا کہ یہ منقبت مزار سرکار پٹنہ کے سرہانے طغرا میں محفوظ ہے مگر میں جب حاضر ہوا تو طغرا نہیں ملا، آستانے کے موجودہ ذمہ داروں سے بھی پوچھا گیا تو ان سے بھی اس طغرے کا پتا نہیں چلا، شاید مخدوش ہو کر ضائع ہو گیا۔

از: **محمد عبد المبین نعمانی قادری**
بانی رکن المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ

منقبت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ

سر خمیدہ ہے فلک عزم جواں ایسا بھی ہے
آسماں حیرت میں ہے علمی جہاں ایسا بھی ہے
اک مسلسل جانفشانی اک لگن اک آرزو
حافظ ملت کی صورت پاسباں ایسا بھی ہے
سینچ کر خون جگر سے علم و دانش کا چمن دے دیا
دنیا کو علمی کارواں، ایسا بھی ہے
سیدی احمد رضا کے علمی سرمائے کا وہ
کر دیا مصباحیوں کو رازداں، ایسا بھی ہے
یورپ وافریقہ لندن ایشیا چاروں طرف
تیرے فرزندوں کا ہے سیل رواں، ایسا بھی ہے
ہیں ہزاروں پھول سب کا رنگ و بو سب سے الگ
ہاں مبارک پور میں اک گلستاں ایسا بھی ہے
کرتے ہیں تم پر نچھاور جان و دل عبد الحفیظ
باغ فردوس اک ترا یہ باغباں، ایسا بھی ہے
ہیں خجل ارباب علم و فضل کے انوار سے
انجم و کوکب ثریا کہکشاں، ایسا بھی ہے
مانگ لو آسی سبھی کچھ حافظ ملت سے تم
عالم و فاضل بھی ہے پیر مغاں ایسا بھی ہے

از: **محمد غلام آسی مصباحی** ملک بازار کولکاتا

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

FEB. 2025

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of–

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN